احکام قربانی عقل ونقل کی روشنی میں

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت، عرفہ کا روزہ، تکبیر وتشریق اور قربانی سے متعلق احکام

اور اشکالات کے جوابات

افادات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب

محمد زید مظاہری ندوی استاد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ناشر

ادارہ افادات اشرفیہ دوبگا ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب : احکام قربانی عقل ونقل کی روشنی میں

مرتب : محمد زید مظاہری ندوی

تعداد : ۱۱۰۰

صفحات : ۱۶۰

سن اشاعت دوم : ۱۴۳۱ھ

ویب سائٹ............www.alislahonline.com

ملنے کے پتے

☆ دیوبند وسہارنپور کے تمام کتب خانے

☆ مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

☆ مکتبہ اشرفیہ، اشرف المدارس ہردوئی

☆ مکتبہ رحمانیہ، ہتورا، باندہ

اجمالی فہرست

فہرست احکام قربانی عقل ونقل کی روشنی میں

باب (۳) قربانی کی حقیقت حقائق اور واقعات کی روشنی میں

فصل

باب (۴) قربانی کا فلسفہ اور اس کا مقصد و حکمت

باب (۵) قربانی عقل کی روشنی میں

معترضین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

باب (۷) گائے کی قربانی کے متعلق اہم مضامین

باب (۸) تندرست جانور کی قربانی کرنے کی ترغیب

فصل : (۱) جانور سے متعلق ضروری مسائل

فصل : (۲) کھال اور گوشت کے اہم مسائل

فصل : (۳) ذبح سے متعلق کچھ ضروری مسائل

مآخذ ومراجع

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ان ملفوظات ومواعظ وتصانیف کی فہرست جن سے اس کتاب کی ترتیب میں استفادہ کیا گیا ہے۔

احکام حج ملحقہ سنت ابراہم	حسن العزیز
اشرف الجواب	تعلیم الدین
اصلاح انقلاب	حیوۃ المسلمین
امداد الفتاوی	خطبات الاحکام
بیان القرآن	روح الارواح ملحقہ سنت ابراہیم
بہشتی زیور	روح العج والثج
ترغیب الاضحیۃ ملحقہ سنت ابراہیم	زوال السنۃ عن اعمال السنۃ
تعظیم الشعائر ملحقہ سنت ابراہیم	الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم
تکمیل الانعام ملحقہ سنت ابراہیم	المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیہ
التھذیب ملحقہ سنت ابراہیم	اصلاحی نصاب

دیگر مراجع ومآخذ جو افادات تھانوی کے ضمن میں آئے ہیں

ابن ماجہ	تاتارخانیہ
احمد	حاکم
اصبہانی	درمنثور
بیہقی	درمختار شامی
ترمذی	طبرانی
الترغیب والترہیب	کنزالعمال
مسلم شریف	

دعائیہ کلمات

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فاضل عزیز مولوی محمد زید مظاہری ندوی مدرس جامعہ عربیہ ہتورا (بارک اللہ فی حیاتہ وفی افادتہ) نے جو حضرت حکیم الامت کے افادات وارشادات اور تحقیقات ونظریات کو مختلف عنوانوں اور موضوعات کے ماتحت اس طرح جمع کر رہے ہیں کہ حضرت کے علوم وافادات کا ایک دائرہ المعارف انسائیکلو پیڈیا، تیار ہوتا جارہا ہے ......

ان خصوصیات اور افادیت کی بنا پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد زید مظاہری ندوی نہ صرف تھانوی اور دیوبندی حلقہ کی طرف سے بلکہ تمام سلیم الطبع اور صحیح الفکر حق شناسوں اور قدر دانوں کی طرف سے بھی شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں۔
اور اسی کے ساتھ اور اس سے کچھ زیادہ ہی داعی الی اللہ اور عالم ربانی مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی سرپرست جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی) اس سے زیادہ شکریہ اور دعاء کے مستحق ہیں جن کی سرپرستی اور نگرانی ہمت افزائی اور قدردانی کے سایہ میں ایسے مفید اور قابل قدر کام اور انکے زیر اہتمام دانش گاہ اور تربیت میں انجام پا رہے ہیں۔

اطال اللہ بقائہ وعمم نفعہ جزاہ اللہ خیرا.

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ حسنی رائے بریلی
۱۷/ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

دعائیہ کلمات

عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحبؒ باندوی

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

حکیم الامت حضرت مولانا مقتدانا الشاہ اشرف علی تھانویؒ کے بارے میں بزمانہ طالبعلمی اکابر امت نے اس کا اندازہ لگالیا تھا کہ آگے چل کر مسند ارشاد پر متمکن ہوکر مرجع خلائق ہوں گے اور ہر عام وخاص ان کے فیوض وبرکات سے متمتع ہوں گے۔ چنانچہ حضرت اقدس کے کارہائے نمایاں نے اساطین امت کے اس خیال کی تصدیق کی، کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

خداوند قدوس نے حضرت والا کو تجدید اور احیاء سنت کے جس اعلیٰ مقام پر فائز فرمایا تھا اس کی اس دور میں نظیر نہیں۔

آج بھی مخلوق حضرت کی تصنیفات وارشادات عالیہ اور مواعظ حسنہ سے فیضیاب ہورہی ہے۔ حضرت کے علوم ومعارف کے سلسلہ میں مختلف عنوان سے ہندوپاک میں کام ہورہا ہے، لیکن بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اللہ پاک نے محض اپنے فضل سے عزیزی مولوی مفتی محمد زید سلمہ، مدرس جامعہ عربیہ ہتورا کو جس نرالے انداز سے کام کی توفیق عطا فرمائی اس جامعیت کے ساتھ ابھی تک کام نہیں ہوا تھا اس سلسلہ کی چار درجن سے زائد ان کی تصانیف ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ اس کو قبولیت تامہ عطا فرمائے اور مزید توفیق نصیب فرمائے۔

احقر صدیق احمد غفرلہ

خادم جامعہ عربیہ ہتورا باندہ (یوپی)

عرض مرتب

عید الاضحیٰ مسلمانوں کا عظیم الشان تیہوار ہے جس میں وہ خوشی سے قربانی کرتے ہیں۔جس میں قربانی کرنا شعائر اسلام میں سے ہے،جس کا حکم قرآن وحدیث میں دیا گیا ہے اور قربانی نہ کرنے والے کے لئے حدیث پاک میں سخت وعیدیں آئیں ہیں، ایک حدیث میں آپ نے یہاں تک فرمایا: ''جو شخص قربانی کرنے کی گنجائش رکھے اور پھر بھی قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے''۔

ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے قربانی کے متعلق دریافت فرمایا کہ قربانی کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:''یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے''۔

قربانی کے ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہونے کا کیا مطلب ہے، اور اس کی تاریخ کیا ہے،قربانی حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کے کس واقعہ کی یادگار ہے جس کا ہم کو قرآن میں حکم دیا گیا ہے، اور اس واقعہ سے ہم کو کیا عبرتیں اور نصیحتیں ملتی ہیں،قربانی کی روح اور اس کا فلسفہ ومقصد کیا ہے،قربانی کرنا عقل کے موافق ہے یانہیں، اگر خلاف عقل ہے تو اس پر ہونے والے عقلی اشکالات کے کیا کیا جوابات ہیں ، یہ اور اس طرح کے بے شمار سوالات آج لوگوں کی زبانوں پر آتے ہیں۔

اللہ تعالی جزا خیر دے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو کہ وہ ساری باتوں کو تفصیل کے ساتھ مواعظ وملفوظات میں بیان فرما گئے ہیں لیکن وہ سارے مضامین منتشر تھے ان کو یکجا کرنے اور مرتب کرنے کی ضرورت تھی ، اللہ تعالی کی توفیق سے احقر نے اس کام کوانجام دیا، اب یہ مرتب مجموعہ آپ کے سامنے ہے انشاء اللہ اس موضوع پر ہر اعتبار سے کافی وشافی ہوگا ، اللہ تعالی محض اپنے فضل وکرم سے اس معمولی کوشش کو قبول فرمائے ،اور امت مسلمہ کی ھدایت کا ذریعہ بنائے، ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحيم ۔

محمد زید مظاہری ندوی (استاد دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

باب ۱

عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت

اعوذبا لله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم

وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝

(ترجمہ وتفسیر) قسم ہے فجر کے وقت کی، اور ذی الحجہ کی دس راتوں یعنی دس تاریخوں کی کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں۔ اور جفت کی اور طاق کی۔ جفت سے مراد ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور طاق سے نویں تاریخ مراد ہے۔ (کذا فی الحدیث)[۱]

فائدہ:۔ درمنثور میں متعدد سندوں سے روایت درج ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت میں "لیال عشر" سے "عشرہ ذی الحجہ" مراد ہے۔ اور وتر (طاق) سے عرفہ کا دن (یعنی نویں ذی الحجہ) اور جفت سے قربانی کا دن یعنی دسویں تاریخ مراد ہے۔[۲]

(۱) حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی دن عشرہ ذی الحجہ کے سوا ایسے نہیں کہ ان میں عبادت کرنا خدا تعالیٰ کو زیادہ پسند ہو۔ ان میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال روزہ رکھنے کے برابر ہے۔ اور انکی ہر رات کا جاگنا شب قدر کے برابر ہے۔[۳]

(۲) نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ کوئی دن اللہ کے نزدیک اس عشرہ ذی الحجہ سے افضل ہے اور نہ کسی (دن) میں عمل کرنا ان (دنوں) میں عمل کرنے سے افضل ہے۔ پس خصوصیت سے ان دنوں میں لاالہ الا اللہ و اللہ اکبر کی کثرت رکھو، کیونکہ یہ تہلیل وتکبیر اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔[۴]

فائدہ:۔ اس عشرہ کی فضیلت میں بہت احادیث وارد ہوئی ہیں۔ مگر ہم نے

---

[۱] بیان القرآن ص،۹۲/۱۲ [۲] خطبات الاحکام ۱۴۶ [۳] ترمذی ابن ماجہ
[۴] درمنثور عن البیہقی خطبات الاحکام ص ۱۴۶، خطبہ نمبر ۵۰

اختصار کی وجہ سے چند حدیثیں لکھی ہیں۔ اور انہیں سے معلوم ہوگیا کہ یکم ذی الحجہ سے نویں ذی الحجہ تک ہر طرح کی عبادت میں کوشش کرنا چاہیئے۔ اور حتی الوسع ان دنوں میں روزہ اور شب بیداری کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ خصوصاً نو تاریخ کا روزہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ جس کی تفصیل آگے بھی آرہی ہے۔[۱]

عیدین کی راتوں کی فضیلت

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ یہ عشرہ ذی الحجہ افضل ہے یا رمضان شریف کا عشرہ اخیرہ؟ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ مختار یہ ہے عشرہ ذی الحجہ کے دن افضل ہیں اور رمضان کے عشرہ اخیرہ کی راتیں۔ واللہ اعلم

ایک حدیث شریف لکھی جاتی ہے جس سے دسویں رات کو جاگنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عیدین (یعنی عیدالفطر وعیدالاضحیٰ کی دونوں راتوں میں ثواب طلب کرنے کیلئے بیدار رہا اس کا دل اس دن زندہ رہے گا۔ جس دن سب کا دل مردہ ہوگا۔ (ترغیب عن ابن ماجہ)[۲]

تکبیر وتشریق

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہ کوئی دن اللہ کے نزدیک اس عشرہ ذی الحجہ سے افضل ہے نہ کسی دن میں عمل کرنا ان میں عمل کرنے سے افضل ہے۔ پس تم ان دنوں میں خصوصیت سے لاالٰہ الا اللہ و اللہ اکبر کی کثرت رکھو، کیونکہ یہ دن تکبیر اور تہلیل کے ہیں۔ [۳]

فائدہ:۔ یوں تو اس تمام عشرہ میں (یعنی ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں) تکبیر وتہلیل کی زیادتی پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوا۔ لیکن نو تاریخ کی فجر سے

---

[۱] احکام حج ملحقہ سنت ابراہیمؑ ص۴۹۱ [۲] احکام حج، ملحقہ سنت ابراہیم ص۴۹۱ [۳] درمنثور عن البیہقی

تیرہویں کی عصر تک ہر نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیر کہنا ضروری ہے جیسا کہ آثار السنن میں ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا معمول مروی ہے۔

بیہقی نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کی فجر سے آخر ایام تشریق (یعنی ۱۳ ذی الحجہ) کی عصر تک تکبیر پڑھا کرتے تھے۔[1]

مسئلہ:- ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد (جو جماعت سے مقیم ہونے کی حالت میں مصر میں ادا کی جائے) تکبیرات تشریق (ایک مرتبہ) باآواز بلند واجب ہیں۔ مسافر اور عورت اور منفرد (یعنی تنہا نماز پڑھنے والے) پر واجب نہیں۔ لیکن ان سب کے لئے بھی بعض علماء کا وجوب کا قول ہے اس لئے اگر کہہ لیں تو بہتر ہے۔ وہ تکبیرات یہ ہیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ [2]

عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عرفہ کا روزہ ہزار روزہ کے برابر ہے۔[3]

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پے در پے دو سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (ترغیب عن ابی یعلیٰ) (۱)

یعنی ایک سال گزشتہ کے اور ایک سال آئندہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ عرفہ میں (یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ) کا روزہ ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کا کفارہ ہو جاتا ہے۔[4]

---

[1] بیہقی احکام حج ملحقہ سنت ابرہیم، ص ۲۹۴ [2] زوال السنۃ عن اعمال السنۃ، ص ۳۷

[3] ترغیب عن البیہقی والطبرانی [4] احکام حج ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۴۹۰ خطبات الاحکام، ص ۱۴۶

(۱) بعض جگہ عوام شب برأت کی تیرہویں یا چودہویں کو عرفہ کہتے ہیں۔ وہ بالکل غلط ہے۔ ۱۲-

مسئلہ:- بقرعید کی نویں تاریخ میں روزہ رکھنے کا بھی بڑا ثواب ہے۔اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور اگر شروع چاند سے نویں تک برابر روزہ رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔[1]

فائدہ:- ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے تیرہویں تک چار یوم کا روزہ حرام ہے۔ اس واسطے ان دنوں کے روزہ کی فضیلت نو تاریخ تک کے لئے ہے۔[2]

حاجیوں کے لئے عرفہ کا روزہ

سوال ۱۴۶ : یوم عرفہ (نوی ذی الحجہ) کا روزہ وقوف عرفہ کرنے والے حاجیوں کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ حدیث سے تو ثابت ہے کہ عرفہ میں نبی کریم ﷺ نے افطار کیا کمافی روایۃ الترمذی، اور بعض علماء نے جائز رکھا ہے۔اس میں تحقیق کیا ہے؟

(الجواب) یوم عرفہ کا روزہ حاجی کے لئے اگر ضعف (کمزوری) کا اندیشہ نہ ہو بلا کراہت مستحب ہے اور اگر ضعف کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے۔[3]

ذی الحجہ میں ایام بیض کے روزے

سوال ۱۵۵ : ایک شخص ایام بیض کے روزے ہر ماہ کی ۱۳،۱۴،۱۵ تاریخ کو رکھتا ہے، (جوکہ مسنون ہیں) مگر اب بقرعید کی ۱۳ تاریخ کو چونکہ روزہ حرام ہے، لہٰذا ۱۴/۱۵/۱۶/ تاریخ کو رکھے یا کیا کرے، اس میں ایام بیض کا شمار فوت ہوتا ہے۔

(الجواب) اس ماہ میں ایام بیض کے روزے نہیں ہوسکتے، بطور بدل کے خواہ ۱۶/ کو رکھ لے یا بعد میں رکھ لے سب برابر ہیں۔[4]

---

[1] بہشتی زیور، ص۱۰/ج۳ [2] سنت ابراہیم، ص۴۹۰، احکام حج [3] کمافی الدر المختار ورد المحتار ص۸۳۰/۲، امداد الفتاویٰ، ص۲/۱۰۰ [4] امداد الفتاویٰ، ص۱۰۲/ج۲

باب ۲

قربانی کی فضیلت قرآن وحدیث کی روشنی میں

اعوذباللہ من الشیطان الرجیم ،بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (کوثر) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ الآیه (سورہ حج پ ۱۷)

(ترجمہ وتفسیر) قربانی کے اونٹ اور گائے کو اسی طرح بکری بھیڑ کو بھی ہم نے اللہ کے دین کی یادگار بنایا ہے۔ ان کی قربانی سے اللہ کی عظمت اور دین کی رفعت (بلندی) ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس حکمت کے علاوہ ان جانوروں میں تمہارے اور بھی فائدے ہیں۔ مثلاً دنیوی فائدہ کھانا اور کھلانا اور اخروی فائدہ ثواب---- تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی (محتاج) کو بھی کھانے کو دو، کہ یہ دنیوی فائدہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔ اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

قربانی میں اخلاص یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ کے لئے اور اس سے ثواب لینے کے لئے قربانی کرے۔[1]

قربانی کرانے والا ناخن وغیرہ نہ کاٹے

مسئلہ: جس شخص کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو مستحب ہے کہ بقرعید کا چاند دیکھ کر خط وناخن نہ بنوائے جب تک قربانی نہ کرلے۔[2]

---

[1] بیان القرآن پ ۱۷ سورۂ حج ملخصاً حیوۃ المسلمین، ص ۱۳۵ [2] تعلیم الدین ص ۲۵۸

قربانی سے متعلق احادیث نبویہ

قربانی کی فضیلت اوراس کا ثواب

(۱)　حسین بن علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس طرح قربانی کرے کہ اس کا دل خوش ہو، اور وہ اپنی قربانی میں ثواب کی نیت رکھتا ہو وہ قربانی اس شخص کے لئے دوزخ سے آڑ ہوجائے گی۔[۱]

(۲)　حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنے سے زیادہ پیارا نہیں۔ اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور اپنے بالوں اور کھروں سمیت حاضر ہوگا۔ یعنی ان سب چیزوں کے بدلے ثواب ملے گا۔ اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر تم لوگ جی خوش کر کے قربانی کرو۔ زیادہ داموں کے خرچ ہوجانے پر جی برا مت کرو۔[۲]

(۳)　حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے نسبی یا روحانی باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے، انھوں نے عرض کیا کہ ہم کو اس میں کیا ملتا ہے۔ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی، انھوں نے عرض کیا کہ اگر اون والا جانور ہو؟ آپ نے فرمایا کہ ہر اون کے بدلے بھی ایک نیکی۔[۳]

(۴)　حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ اٹھ اور ذبح کے وقت اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو، کیونکہ قربانی کا پہلا قطرہ جو زمین پر گرتا ہے اس کے

---

[۱] طبرانی کبیر　[۲] ابن ماجہ، ترمذی　[۳] حاکم، ابن ماجہ، احمد

ساتھ ہی تیرے لئے تمام گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی۔ اور یاد رکھو کہ قیامت کے دن اس قربانی کا خون اور گوشت لایا جائیگا اور تیرے میزان عمل میں ستر حصے بڑھا کر رکھ دیا جائے گا۔ اور ان سب کے بدلے نیکیاں دی جائیں گی۔[۱]

قربانی نہ کرنے والے کے لئے سخت وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قربانی کی گنجائش رکھے (یعنی صاحب نصاب ہو) اور پھر قربانی نہ کرے سو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔[۲]

اس سے کس قدر ناراضگی ٹپکتی ہے کیا کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی برداشت کرسکتا ہے اور یہ ناراضگی اس کے لئے ہے جس کے ذمہ قربانی واجب ہو، اور جس کو گنجائش نہ ہو اس کے لئے نہیں۔[۳]

قربانی کرنے میں مالداروں کی کوتاہی

اکثر دیکھا گیا ہے کہ آج کل قربانی لاپرواہی کی وجہ سے قاعدہ کے مطابق نہیں کی جاتی، حالانکہ ان قواعد کا لحاظ اور اہتمام بہت ضروری ہے اور بعض مالداروں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ خود قربانی ہی کی طرف توجہ نہیں کرتے، حالانکہ صاحب حیثیت (مالدار) پر قربانی واجب ہے، اور اس کے ترک پر وعید وارد ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص قربانی کی وسعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

یہ عیدگاہ وہ جگہ ہے جس میں حاضر ہونے کی ترغیب وتاکید بیان فرمائی ہے کہ جن پر عید کی نماز واجب بھی نہیں بلکہ ان کو نماز پڑھنا فرض بھی نہیں ان کو بھی پہلے یہ حکم تھا کہ عیدگاہ

[۱] اصبہانی، حیوۃ المسلمین، ص ۱۲۷ [۲] حیوۃ المسلمین، ص ۱۲۷

میں حاضر ہوں۔ چنانچہ حیض والی عورتوں کو حضور نے حکم فرمایا تھا کہ وہ بھی عیدگاہ میں حاضر ہوں حالانکہ حائضہ کو نماز پڑھنا جائز نہیں۔ مگر یہ حکم حضور ہی کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا۔ اس زمانہ میں فتنہ کی وجہ سے یہ حکم نہیں۔[1]

(رسول اللہ ﷺ کے ارشاد میں غور فرمایئے) حضورؐ کا حکم ہے کہ جس نے باوجود وسعت کے قربانی نہ کی ہو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔ یوں نہیں فرمایا کہ عیدگاہ میں نہ آئے بلکہ یوں فرمایا کہ اس کے قریب تک بھی نہ آئے، قربانی نہ کرنے والے سے کس قدر نفرت معلوم ہوتی ہے کہ ایسے شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کی عیدگاہ کے پاس بھی نہ پھٹکے۔

صاحبو! اگر غیرت ہو اور حضورؐ کی محبت ہو تو یہ بڑی سخت بات ہے۔ مگر افسوس کہ اس قدر تو قربانی کی تاکید ہے مگر بعض مسلمان پھر بھی نہیں کرتے۔[2]

غریب آدمی کا قربانی کرنا

غریب آدمی کو قربانی کرنے کا مناسب اور مستحب ہونا بھی قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ارشاد ہے یَاْتُوْكَ رِجَالًا کہ آئیں گے تیرے پاس پیادے، اور جو پیادے (یعنی پیدل) آئے گا وہ ظاہر ہے کہ غریب ہی ہوگا۔

جن کے ذمہ قربانی واجب ہے ان کو تو ضرور ہی کرنا چاہیئے۔ اور انشاء اللہ کریں گے باقی جن کے ذمہ واجب نہیں لیکن اتنی وسعت ہے کہ ایک حصہ قربانی کا کر لیں تو اس زائد خرچ کی وجہ سے کسی حق واجب میں فرق نہ آئے وہ بھی مناسب ہے کہ کریں، اس کی فضیلت ایسی ہے کہ اس کا چھوڑنا بہت بڑے نفع سے محروم رہنا ہے، اور جس کو بالکل ہی وسعت نہ ہو وہ مجبور ہے۔[3]

---

[1] سنت ابرہیم، ص۲۲ [2] سنت ابرہیم، ص۳۵ [3] الضحایا، ص۱۶۶

بعض لوگوں کے لئے قربانی کرنا جائز نہیں

بعض لوگ محض نادار ہیں یا ذخیرہ سے زیادہ ان کے ذمہ حقوق العباد ہیں جن کی ادائیگی فرض مقدم ہے، (یعنی پہلے اس کو ادا کرنا ضروری ہے) مگر یہ لوگ ان سب حقوق کو نظر انداز اور پس پشت ڈال کر محض فخر اور قدیم وضع بنانے کے لئے (یعنی چونکہ ہمیشہ سے ہمارے یہاں قربانی ہوتی چلی آئی ہے) اس لئے قربانی کی پابندی کرتے ہیں اور پاس ہوتا نہیں تو ادھار کرتے ہیں۔

بعض لوگوں کو دیکھا کہ مردوں تک کے کئی کئی حصے کرتے ہیں اور زندوں کے واجب حقوق مردہ کرتے ہیں حالانکہ یقینی بات ہے کہ ۱۰۰ روپیہ قرض میں ادا کرنا اس سے بہتر کہ ان ۱۰۰ سو روپئے کے حصے خریدے جائیں۔ ایسی صورت میں حقوق ضائع کرنے کا الزام (اور گناہ) الگ اور فساد نیت یعنی تفاخر اور ریا کا الگ۔

البتہ کسی کا کوئی حق ضائع نہ ہو اور تفاخر (اور ریا دکھلاوا) بھی نہ ہو تو نفل قربانی کے مستحب اور محبت کی دلیل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اسی طرح عام مردوں کی طرف سے یا اپنے بزرگان دین کی طرف سے بالخصوص حضور پر نور ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا احب المند وبات ہے (یعنی مستحب امور میں سب سے افضل اور پسندیدہ ہے) اور ان حضرات کے حقوق کا مقتضیٰ بھی ہے لیکن منفعت جب ہی مطلوب ہے جب اس میں کوئی مضرت (نقصان) نہ ہو، (نفل قربانی منفعت ہے، اور حقوق ادا نہ کرنا مضرت ہے)[۱]

۱؎ اصلاح انقلاب، ص ۱۶۷، ج ۱

باب ۳

قربانی کی حقیقت

زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ قربانی کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے (نسبی یا روحانی[۱]) باپ ابرہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔(حاکم)

فائدہ : کتنی بڑی رحمت ہے کہ بکری وغیرہ کی قربانی کرنے سے حضرت ابرہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پیرو کار شمار کیئے گئے جنہوں نے اپنے اس پیارے اکلوتے بچے کو قربان کیا تھا جو بڑھاپے میں بڑی تمناؤں کے بعد نصیب ہوا تھا۔اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔[۱]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کے اتباع کا حکم کیوں دیا گیا

یہاں پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تو تمام ملتوں اور ادیان (مذاہب) کو منسوخ کرنے والی ہے۔پھر ملت ابراہیمی کے اتباع کا آپ کو حکم کیوں فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ملت ابرہیم علیہ السلام کے اتباع کا حکم اس حیثیت سے نہیں ہے کہ وہ ملت ابراہیم ہے بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے اور ملت ابراہیمی بھی اس کا ایک لقب ہے۔اور یہ لقب اس لئے ہے کہ یہ دونوں ملتیں آپس میں اصولاً اور فروعاً متناسب ہیں۔(یعنی دونوں ملتوں کے بہت سے احکام ایک ہی طرح کے ہیں)اسی واسطے یہ نہیں فرمایا کہ اتَّبِعُوا اِبْرَاهِيْمَ کہ ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرو، اتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ فرمایا یعنی ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کرو۔

الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت قرب ہے نسب کے اعتبار سے بھی اور شریعت کے اعتبار سے بھی نسب کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] حیوۃ المسلمین، احکام حج، ص ۱۵۰ (۱) یعنی بعض کے صرف روحانی باپ ہیں اور بعض کے نسبی بھی۔

ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں اور شریعت کے اعتبار سے اس لئے کہ حضور کی شریعت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے بہت ملتی جلتی ہے اصول میں بھی اور فروع میں بھی۔

اسی واسطے فرمایا ہے:

وَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا

یعنی ملت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرو[1]

قربانی کو ابراہیم علیہ السلام کی سنت کیوں فرمایا

جناب رسول اللہ ﷺ نے اُضحیۃ (یعنی قربانی) کو ابراہیم علیہ السلام کی سنت فرمایا ہے۔ حالانکہ جو عمل ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا وہ اور ہے۔ اور (جانور کی) قربانی دوسرا عمل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا عمل تو لڑکے کو ذبح کرنا ہے، اور قربانی میں حیوان (جانور) کو ذبح کرنا ہوتا ہے، پھر قربانی ابرہیم علیہ السلام کی سنت کیسے ہوئی؟ یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ہم کو قربانی میں اسی قدر ثواب ملے جس قدر ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے کے ذبح کرنے میں ثواب ملا تھا، دونوں عملوں کی غایت کی اتحاد کی وجہ سے دونوں عمل کو ایک فرمایا گو عمل علحدہ علحدہ ہیں، گویا یہ فرما کیا کہ اسے امت محمد ﷺ تم کو جانور کے ذبح کرنے میں وہی اجر ملے گا جو ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے کو ذبح کرنے میں ملا تھا۔ دیکھئے! کس قدر قربانی کی فضیلت اس حدیث سے معلوم ہوئی۔[2]

اور ایک نکتہ اس سے اور معلوم ہوا وہ یہ کہ جب کوئی بادشادہ انعام تقسیم کرتا ہے جو لوگ زیادہ مقرب ہوتے ہیں، اور مرتبہ ان کا زیادہ ہوتا ہے ان کو ان کے مرتبہ کے موافق انعام ملا کرتا ہے، پھر ان سے جو کم درجہ کے ہیں ان کو اسی درجہ کا انعام ملے گا۔ مثلاً وزراء اور ارکان دولت کو بہت بڑا انعام ملے گا اور ادنیٰ ادنیٰ چپراسیوں اور خدام کو کم، پس حق تعالیٰ

---

[1] ترغیب الاضحیۃ ص ۱۲۰ [2] ترغیب الاضحیۃ ص ۱۲۵

کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ سب مخلوق سے زیادہ ہے اور انبیاء علیہم السلام میں ابراہیم علیہ السلام بہت بڑے جلیل القدر ہیں کہ خلیل اللہ ہیں تو جو انعام ان کو دیا گیا ہوگا ظاہر ہے کہ بہت بڑا انعام ہوگا، کہ وہ باوجود اتحاد فعل کے بھی دوسرے شخص کو اتنا انعام نہ دیا جانا چاہیئے۔ یعنی اگر یہ فعل لڑکے کے ذبح کرنے کا کوئی دوسرا کرتا تو وہ اس قدر انعام پانے کا مستحق نہ سمجھا جاتا جس قدر کہ ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا ہے، اور جہاں بھی کوئی فعل اس فعل سے کم درجہ کا ہو وہاں تو اتنا ملنے کی گنجائش ہی نہیں۔ مگر اس کے باوجود کہ ہمارا یہ عمل لڑکے کو ذبح کرنے سے بدرجہا کم درجہ کا ہے، پھر بھی وہی انعام ہمارے لئے تجویز ہوا۔ اللہ اکبر! کتنا بڑا انعام ہے اور امت محمدیہ ﷺ پر حضور ﷺ کی برکت سے کیسا لطف وکرم ہے۔ قربانی کی یہ فضیلت تو ایسی ہے کہ اگر کسی کے ذمہ قربانی واجب بھی نہ ہو تو اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے وہ بھی نہ چوکے، اور جس طرح بن پڑے بغیر کئے نہ رہے۔[1]

قربانی کی فضیلت تو ایسی ہے کہ واجب نہ ہو تب بھی کرنا چاہیئے

قربانی کی فضیلت اور اس کا ثواب تو اتنا ہے کہ اگر کسی کے ذمہ واجب بھی نہ ہو تو بھی ثواب حاصل کرنے کے لئے قربانی سے نہ چوکے، آخر دنیا کے بہت سے کام بلا ضرورت محض تفریح کے واسطے کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اگر تھوڑا سا خرچ کردو گے تو کیا حرج ہوگا۔ اور اگر ضرورت ہی پر مدار رکھتے ہو اور یوں کہتے ہو کہ صاحب جو فرائض اور واجبات ہیں ہم تو وہی ادا کریں گے تو دنیا کے کاموں میں اس پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ ضرورت تو اس قدر ہے کہ سدرمق (یعنی جان بچانے کے لئے) جو کی روٹی بھی کافی ہے۔ گرمی سردی کی ہلاکت سے بچاؤ کے لئے موٹا (مارکین، ٹاٹ کا) کپڑا مل جائے وہ کافی ہے۔ پھر یہ پلاؤ اور زردے اور کوفتے کیوں کھاتے ہو؟ اور ململ مخمل

[1] ترغیب الاضحیۃ ملحقہ سنت ابراہیمؑ ص ۱۳۶

(اورعمدہ باریک قسم کے کپڑے) کیوں پہنتے ہو؟ اللہ اکبر! نفس کے خوش کرنے کو تو غیرضروری کام بھی کرلیں اور دین کے کام میں یہ پوچھتے ہوکہ صاحب کیا بہت ضروری ہے، اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر اس کے چھوڑنے (یعنی قربانی نہ کرنے) میں بہت بڑا حرج ہے تب تو اس کا اہتمام کریں ورنہ چھوڑ دیں۔

اعتقاد درست رکھنے کے لئے تو بیشک ضرور پوچھو کہ قربانی (ہم پر) ضروری ہے یانہیں کیونکہ ضروری کوضروری اور غیرضروری کو غیرضروری کا اعتقاد رکھنا واجب ہے، لیکن عمل کرنے کے لئے تو یہ پوچھنا کافی ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں؟ اگر یہ معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل سے خوش ہوتے ہیں تو بلاتامل نہایت مستعدی اوررغبت کے ساتھ اس کوکرو، بہت سے لوگ دین کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور بدنی اعمال (نماز وغیرہ) میں بڑے چاق وچوبند ہیں لیکن روپیہ خرچ کرنے کا جہاں وقت آیا تو حیلہ حوالہ کرتے ہیں۔(یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے)۔[1]

محبت کا جھوٹا دعویٰ

ایک حکایت یادآتی ہے کہ ایک دیہاتی شخص کوکسی نے دیکھا کہ نہایت پریشان بدحواس ہےاورروراہاہےاورقریب میں روٹیوں کاتھیلا بھرارکھاہے،کسی نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ کہا کہ میرا کتا مراجارہاہے،اس شخص نے کہا کہ تھیلے میں کیا ہے؟ کہنےلگاروٹیاں ہیں،اس نے کہا کہ پھراس کوکیوں نہیں دیتا کہنےلگا کہ اتنی محبت نہیں کہ اس کوروٹی دوں،روٹی میں پیسے خرچ ہوئے ہیں،صرف آنسو بہانے کی محبت ہے کہ یہ مفت کے ہیں۔

بعض لوگوں کی محبت کا دعویٰ بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جہاں ٹکا خرچ ہو وہاں صفر ہے، اور یہاں تو درحقیقت خرچ بھی نہیں ہوتا کیونکہ صدقات وخیرات میں جو کچھ خرچ

---

[1] ترغیب الاضحیۃ ،ص ۱۳۷

ہوتا ہے وہ کہیں جاتا نہیں ہے جو کچھ ہے اپنے ہی لئے ہے، بلکہ قربانی تو ایسی شئی ہے کہ کچھ ہاتھ سے بھی نہیں نکلتا، کیونکہ ثواب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ قربانی کے اجزاء (اور گوشت) تقسیم ہی کردو بلکہ اختیار ہے خواہ تقسیم کرو یا خود نفع اٹھاؤ، ہاں بیچنے کی اجازت نہیں ہے، غرض سب اپنے پاس رکھو تب بھی ثواب ملتا ہے۔[1]

[1] ترغیب الاضحیۃ ملحقہ سنت ابراہیمؑ ص ۱۲۷

فصل

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا واقعہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام شیر خوار (دودھ پیتے) بچے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ حضرت ہاجرہ (جو اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہیں ان کے متعلق حکم ہوا کہ ان) کو ان کے بچے کے ساتھ مکہ معظّمہ کے میدان میں چھوڑ دو، اللہ اکبر! کیسے حکم کی تابعداری کرنے والے تھے کہ اس وادی میں جہاں نہ پانی تھا نہ دانہ، ذرا بھی خیال نہ کیا کہ ان کا کیا حشر ہوگا۔ فوراً ان کو وہاں لے جا کر چھوڑ دیا، خیر ابراہیم علیہ السلام تو پھر بھی مرد تھے اور صاحب وحی تھے لیکن حضرت ہاجرہ ان کی بیوی تو صاحب وحی نہ تھیں اس حالت میں کہ دودھ پیتا بچہ ساتھ اور میدان ایسا کہ وہاں نہ دانہ نہ پانی اور خطرہ یہ کہ بھیڑیا یا کوئی درندہ آ کر کھا جائے۔ لیکن ان سب باتوں کو کچھ خیال نہیں کیا اور نہ اس کے متعلق کچھ سوال کیا۔ اور سوال کیا بھی تو کیا؟ یہ پوچھا کہ ہم کو آپ یہاں اپنے رائے سے چھوڑے جاتے ہیں یا خدا کا حکم ہے؟ فرمایا خدا کا حکم ہے کہنے لگیں، اِذاً لایضیعنا جب یہ خدا کا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہ کریں گے۔

دیکھئے ابراہیم علیہ السلام کے اس جملہ سے کہ یہ حکم خداوندی ہے ان کو بالکل اطمینان ہوگیا۔ حق تعالیٰ نے کیسی توکل کی قوت عطاء فرمائی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام تھوڑا سا پانی ان کے لئے اور کچھ کھجوریں دے گئے تھے۔ پانی ختم ہوگیا، اب اسماعیل علیہ السلام کو پیاس لگی وہاں دو پہاڑیاں تھیں، صفا اور مروہ ان کا اب بھی نشان باقی ہے اس وقت جنگل میں تھیں اب ان کے درمیان بہت بڑا بازار ہے، حضرت ہاجرہ پریشانی میں پانی کی تلاش کے واسطے ایک پہاڑی پر چڑھیں تاکہ دیکھیں کہ کہیں پانی تو نہیں ہے؟ ادھر ادھر نظر دوڑائی کہیں پانی نظر نہ پڑا، وہاں سے اتر کر دوسری پہاڑی کی طرف جانے لگی اور اسماعیل علیہ

السلام کو برابر دیکھتی جاتی تھیں۔ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان میں ایک نشیب تھا جب وہاں پہنچیں تو اسماعیل علیہ السلام نظروں سے غائب ہوگئے اس لئے اس کو دوڑ کر قطع کیا تاکہ جلدی پھر وہ نظر کے سامنے ہو جائیں اور وہاں سے نکل کر دوسری پہاڑی پر جا کر نظریں دوڑائیں، لیکن کہیں پانی نہ ملا۔ وہاں سے اتریں تو پھر صبر نہ آیا اور اسی طرح پھر پہلی پہاڑی پر پہنچیں کہ شاید اب پانی نظر آئے، اسی بے چینی میں وہ سات مرتبہ اِدھر سے اُدھر سے اُدھر سے اِدھر آئیں گئیں۔ اس مضطربانہ حرکت پر حق تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جا کر اسماعیل علیہ السلام کے لئے اپنے بازو سے زمین سے پانی نکالو چنانچہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور جہاں اسماعیل علیہ السلام پیاس سے بے تاب ہو کر رو رہے تھے ایڑی ماری وہاں سے پانی کا چشمہ ابلا جس کا نام اس وقت زمزم ہے، حق تعالیٰ کو اپنے مقبول بندوں کے بعض افعال پسند آجاتے ہیں گو وہ بطور عبادت کے بھی نہ ہوں یوں ہی عادت کے طور پر ہوں۔[1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ ... الصّٰلِحِیْنَ ... فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ، فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ ا... قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ ... تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ — الی قولہ تعالیٰ سَلٰمٌ عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ... پ ۲۳ سورہ الصافات)

(ترجمہ و تفسیر) ابراہیم علیہ السلام جب ملک شام میں جا پہنچے اور یہ دعا کی کہ اے میرے

[1] الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۱۳۶

رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے ،سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند (لڑکے) کی بشارت دی سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ اسماعیل علیہ السلام چلنے پھرنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا کہ اس فرزند کو اللہ کے حکم سے ذبح کرر ہا ہوں ،آنکھ کھلی تو اس وجہ سے کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتی ہے اس کو اللہ کا حکم سمجھا اور اس کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ ہوئے ، پھر اس خیال سے کہ یہ فعل فرزند سے متعلق بھی ہے خدا جانے اس کی کیا رائے ہو،یعنی اتفاق یا اختلاف اس کو اطلاع کرنا ضروری سمجھا۔شق اول میں طبیعت یکسو ہو جائے گی۔اور شق ثانی میں اس کو سمجھا دیں گے اس لئے اس فرزند (یعنی اسماعیل علیہ السلام) سے فرمایا کہ برخوردار میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو اللہ کے حکم سے ذبح کرر ہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے، وہ بولے ابا جان اس میں مجھ سے پوچھنے کی کیا بات ہے جب آپ کو خدا کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے تو آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ بلا تامل کیجئے۔انشاءاللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہارا کرنے والا (یعنی صبر کرنے والا) دیکھیں گے ۔غرض جب دونوں نے خدا کے حکم کو تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے کروٹ پر لٹایا اور چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں۔اس وقت ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیمؑ شاباش تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا یعنی جو خواب میں حکم ہوا تھا اپنی طرف سے اس پر پورا عمل کیا،اب ہم اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں،بس ان کو چھوڑ دو،غرض ان کو چھوڑ دیا جان کی جان بچ گئی اور مراتب علیا مزید برآں عطاء ہوئے ،ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان جس کو بجز مخلص کامل کے دوسرا برداشت نہیں کرسکتا، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا۔اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لئے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو، چنانچہ ان کے نام کے ساتھ اب تک علیہ السلام کہا جار ہا ہے ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

---

[1] بیان القرآن سورۂ صافات رکوع ۶، ج ۹،ص ۱۲۹

قربانی کی تاریخ اور اس کی ابتداء

ابراہیم علیہ السلام کو (خواب میں) حکم ہوا تھا کہ اپنے بیٹے کی جان ہم پر فدا کرو، حقیقت میں سب سے زیادہ محبوب اپنی جان ہے اس کے بعد اولاد کی جان ہے، ابراہیم علیہ السلام نے اس حکم کو اسماعیل علیہ السلام سے بیان کیا۔ اس واقعہ میں زیادہ عجیب اسماعیل علیہ السلام کا راضی ہو جانا تھا کہ وہ اس نوعمری میں کہ بارہ تیرہ سال کی عمر تھی۔ خدا تعالیٰ پر اپنی جان فدا کرنے کو تیار ہو گئے، ابراہیم علیہ السلام تو نبی ہو چکے تھے، معرفت کامل ہو چکی تھی، خلیل اللہ کا لقب ان کو مل چکا تھا ان کا اس حالت میں لڑکے کی قربانی کرنے پر آمادہ ہو جانا اس قدر عجیب نہیں جتنا اسماعیل علیہ السلام کا اس حکم کو سن کر بغیر کسی پس و پیش کے ذبح ہونے کے لئے آمادہ ہونا عجیب ہے۔

اور درحقیقت یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فیض تھا کہ ان کی طرح ان کی اولاد بھی خدا کی عاشق تھی، چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا۔

ایلَنَبِف عَلُ تمَا ؤمَترُ جثلُنِی املا اللُّصِنَ ابرِینَ

اے میرے باپ جو کچھ آپ کو حکم ہوا ہے کر ڈالیئے انشاء اللہ آپ مجھ کو صابرین میں سے پائیں گے یعنی میں تحمل و استقلال سے کام لوگا۔

فَلَـمَّـا اَسْلَمَاوَتَ لَلۡجُبِلِ یِنِ. چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو پیشانی کے بل پر ڈال کر ذبح کرنا شروع کیا اور پورا زور لگا دیا مگر وہاں اثر بھی نہ ہوا۔ کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو حکم تھا کہ جَذ (یعنی ذبح کرو) اور چھری کو حکم تھا لَاتَنۡجَ (خبردار ذبح نہ ہونے پائے) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھلا کر چھری سے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا کاٹتی کیوں نہیں؟ اس نے کہا اے ابراہیم تم اپنا کام کرو میں اپنا کام کروں گی۔ مجھے اور حکم ہے اور تم کو اور حکم ہے، واقعی ظاہر میں یہ اسباب مؤثر نظر آتے ہیں ورنہ حقیقت میں حق تعالیٰ کے سوا کوئی مؤثر نہیں۔ یہ اسباب بھی ان کے حکم کے بعد ہی کام کرتے ہیں۔

بہرحال چھری کو حکم تھا کہ کند ہو جاوہ کند ہوگئی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم تھا کہ ذبح کرو، وہ ذبح کی کوشش میں تھے کہ غیب سے آواز آئی۔

وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اے ابراہیم واقعی تم نے اپنے خواب کو سچا کر دیا۔ غرض ابراہیم علیہ السلام کے فعل پر ذبح کا نتیجہ مرتب نہیں ہوا۔ لیکن پھر بھی حق تعالیٰ نے ان کے فعل کی نہایت تفخیم (بڑائی) ظاہر فرمائی ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے اپنی طرف سے سب کچھ کرلیا تو بڑا کام کیا۔ وہ جس وقت لڑکے کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہوئے تھے اوران کے گلے پر چھری پھیر رہے تھے اس وقت تو ان کو یہ علم نہ تھا کہ چھری کو لاتَـقْـطَعِـي کا حکم ہو جائے گا اور وہ اپنا کام نہ کرے گی۔ بلکہ وہ تو یہ سمجھ کر تیار ہوئے تھے کہ چھری پھیرتے ہی بچہ کا کام تمام ہو جائے گا کیونکہ وہ اس کو خوب تیز کر چکے تھے اب اس کے بعد نتیجہ کا مرتب نہ ہونا ان کے اختیار سے باہر تھا پس واقعی انہوں نے بہت بڑا کام کیا۔

اسی کو حق تعالیٰ نے اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ اس کے بعد ایک دنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ ہوکر آ گیا اور اس کو ان کی جگہ ذبح کیا گیا یہ قربانی کی ابتداء ہے۔ چنانچہ سیدنا رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ ''مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیُّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' (یارسول اللہ قربانی کی کیا حقیقت ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا ''سُنَّةُ اَبِیْكُمْ اِبْرَاهِیْمَ'' یعنی یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، تو اصل عوض تو ہمارے جان کا ہماری اولاد تھی، مگر حق تعالیٰ کی رحمت سے جانوروں کی جان ہماری جان کا عوض ہوگئی۔

حدیث پاک کا حاصل یہ ہے کہ اضحیۃ (یعنی قربانی) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور وہ سنت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے لڑکے کو ذبح کیا تھا پھر حق تعالیٰ نے دنبہ کو لڑکے کا فدیہ بنا دیا، پس معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور کا ذبح کرنا لڑکے کے ذبح کے قائم مقام ہے، کیونکہ واقعی ابراہیم علیہ السلام میں ایسا ہی ہوا تھا۔

حدیث میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اِنَّا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، سو ہم کو تو حق تعالیٰ کے ساتھ یہ گمان پختہ ہے کہ انشاء اللہ قربانی کا جانور لڑکے کی قربانی کے قائم مقام ہے، اور ہم کو اس میں وہی ثواب ملے گا جو ذبح ولد (یعنی لڑکے کی قربانی) میں ملتا ہے، اور جس کو اب بھی اشکال ہو وہ اپنا ثواب کم کر لے وہ قربانی کو ذبح ولد کا عوض نہ سمجھے اسے اختیار ہے۔[1]

حضرت ابراہیم واسماعیل علیھما السلام کے قصہ میں معارف وحقائق

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح ولد کا خواب دیکھا تھا (یعنی یہ خواب دیکھا تھا کہ میں اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کر رہا ہوں) چونکہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے لہذا اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو مذبح (قربانی گاہ) لے گئے۔ اور وہاں ان سے اپنا خواب اس طرح بیان کیا کہ یٰبُنَیَّ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی" اے میرے پیارے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں سو دیکھو اس میں تمہاری کیا رائے ہے۔

سبحان اللہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا کیا عجیب اور سہل طریقہ ہے کہ مخاطب پر بالکل بوجھ نہیں ڈالتے بلکہ ان سے سوال کرتے ہیں۔ اور اس خاص طریقہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخاطب بشاش ہو کر تعلیم کو ضرور قبول کر لیتا ہے، یہ طرز تعلیم نہایت مؤثر ہوتا ہے۔ باوجود یکہ ابراہیم علیہ السلام کا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ تھا۔ مگر پھر بھی یوں نہیں فرمایا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے، میں تجھ کو یہاں ذبح کرنے کے واسطے لایا ہوں تو ذبح کے لئے تیار ہو جا۔ آپ نے اس مضمون کو جو طبعاً نہایت سخت اور خوف میں ڈالنے والا تھا کس قدر سہل عنوان سے بیان فرمایا کہ اے بیٹے میں نے یہ خواب دیکھا ہے

---

[1] السوال فی شوال، ص ۱۸۳، ۱۸۴

بولو تمہاری کیا رائے ہے۔ گویا ان سے مشورہ لیا اور اس کی تعبیر پوچھی، اب بھی اگر کوئی شخص اس طرز تعلیم کو اختیار کرے تو نہایت مؤثر اور نافع ہوگا۔

چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فوراً یہ عرض کیا کہ میں اس کا جواب ہی کیا دوں بس اللہ نے جو حکم آپ کو دیا ہے کر گزریئے۔ اور اگر آپ کو یہ شبہ ہو کہ میں اس وقت تو پختہ ہوں مگر شاید عین وقت پر ثابت قدم نہ رہوں تو

"سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ"

یعنی انشاء اللہ مجھ کو آپ ثابت قدم پائیں گے۔

بس یہ سن کر ابراہیم علیہ السلام ذبح کے لئے تیار ہوگئے۔ اور زمین پر لٹا کر تیز چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر زور زور سے پھیرنے لگے لیکن چھری تھی کہ نہیں چلتی تھی۔ اس وقت ادھر سے یہ ہوا۔

وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰہِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (پ ۲۳)

(ترجمہ) یعنی ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھلا دیا بیشک یہ کھلا ہوا بڑا امتحان تھا اور ہم نے اسماعیل کو ایک ذبح عظیم کے ساتھ بدلہ کر کے چھڑا لیا"۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جنت سے ایک دنبہ لایا گیا جو اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں ذبح ہوا، واقعی اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سخت امتحان تھا۔ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی شخص حالت مغلوبیت و بدحواسی میں اپنے ایسے فرزند کو جو بہت تمناؤں کے بعد بڑھاپے میں پیدا ہوا ہو ذبح کر دے، لیکن ہوش وحواس کی حالت میں ہرگز ہمت نہیں ہوسکتی، بلکہ لڑکے کو ذبح کرنے کے بجائے خودکشی نہایت آسان ہے، اور ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ فعل نہایت درستگی حواس میں تھا، بدحواسی اور مغلوبیت کا یہاں شبہ تک نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کبھی اس درجہ مغلوب الحال نہیں ہوتے کہ حقائق ان کے ادراک سے غائب ہوجائیں۔

دوسرے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا
(یعنی اے ابراہیم تم نے خواب سچ کر دکھایا)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس فعل کو حکم کی تعمیل کی نیت سے قصداً کیا جیسا کہ صَدَّقْتَ کی اسناد سے معلوم ہوتا ہے اور غلبہ حال میں قصد کامل نہیں ہوتا۔

تیسرے آگے فرماتے ہیں ''اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ''
کہ یہ بڑا سخت امتحان تھا۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اختیار سے بحالت درستگی حواس یہ کام کیا تھا۔ کیونکہ امتحان اسی کا ہوتا ہے جو ہوش وحواس میں ہو، بدحواس آدمی جو کچھ کرتا ہے بے اختیاری میں کرتا ہے اور وہاں منجانب اللہ کوئی امتحان نہیں ہوتا غرض بدحواسی سے انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی قربانی کرڈالی تھی

ابراہیم علیہ السلام سے دو فعل صادر ہوئے ایک لڑکے کا ذبح، دوسرے دنبہ کا ذبح، شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ دو فعل کہاں ہوئے کیونکہ یہاں تو فقط دنبہ ذبح ہوا تھا نہ کہ بیٹا، یہ شبہ ایک شرعی قاعدے کے سننے کے بعد بالکل رفع ہوجائیگا۔ وہ یہ کہ شریعت میں ثواب وعقاب کا دارمدار فعل اختیاری کے پختہ ارادہ پر ہے۔ خواہ وہ فعل کسی مانع یا شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے نہ پایا جائے۔ ایسی صورت میں چونکہ اس شخص کی طرف سے اختیار فعل کا ارادہ پختہ ہوچکا تھا۔ لہٰذا ثواب یا عقاب کا مستحق ضرور ہوگا۔

مثلاً ایک شخص زنا کا پختہ ارادہ کر کے چلا اور خاص موقع پر پہنچا اور زنا کرنے کو تیار ہوگیا اتفاق سے چھت گر پڑی اور دب کر مر گیا تو حالانکہ اس شخص نے زنا نہیں کیا مگر چونکہ ارادہ پختہ ہوچکا تھا شرعاً زانی ہوکر مرا، اسی طرح اگر کوئی نماز کا پختہ ارادہ کر کے کھڑا ہوا

اوراسی طرح زلزلہ سے چھت گرگئی تو نماز کا اجراس کومل جائے گیا۔

پس اسی طرح یہاں ابراہیم علیہ السلام کو جب لڑکا ذبح کرنے کا حکم ہوا تو انہوں نے فوراً پختہ ارادہ کرلیا اوراس فعل ذبح کوکر بھی ڈالا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارادہ اور فعل دونوں وقوع میں آئے کیونکہ ذبح کے معنیٰ ہیں اِمْرَارُ السِّکِّیْنِ عَلَی الْحُلْقُوْمِ یعنی چھری کا گلے پر پھیرنا، اور یہ فعل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پورے طریقہ سے صادر ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لڑکے کو ذبح بھی کرڈالا اور مستحق ثواب بھی ہوئے، رہا اس ذبح کے بعد لڑکے کا ذبح بھی ہوجانا تو یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فعل نہیں بلکہ فعل کا اثر (اوراس کا نتیجہ) ہے جس پر ثواب وعقاب کا دارومدار نہیں۔[1]

ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں یا اسحٰق علیہ السلام

اس میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ وہ ولد ذبیح (یعنی جن کو ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تھا) وہ کون ہیں، اسماعیل علیہ السلام ہیں یا اسحٰق علیہ السلام، جمہور کا قول یہ ہے کہ اسماعیل علیہ السلام ہیں اور یہی صحیح ہے، جس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ ذبح ولد (یعنی لڑکے کی قربانی) کا قصہ بیان فرما کر حق تعالیٰ نے آگے بیان فرمایا ہے "وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ" (ترجمہ: ہم نیان کو بشارت دی اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اسحٰق علیہ السلام کی بشارت سے پہلے کا ہے اس لئے اسحٰق علیہ السلام ذبیح نہیں ہوسکتے۔

دوسری لطیف دلیل یہ ہے کہ یقیناً جس لڑکے کو ذبح کیا گیا ہے بالغ ہونے سے پہلے ذبح کیا گیا ہے کیونکہ نص میں یہ قید مذکور ہے

"فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ" کہ جب وہ لڑکا چلنے اور دوڑنے کی عمر کو پہنچ گیا اور یہ

[1] سنت ابراہیمؑ ص ۴۹

حالت بالغ ہونے سے بہت پہلے ہو جاتی ہے۔ایک مقدمہ تو یہ ہوا،دوسرا مقدمہ اس کے ساتھ ملائیے کہ اسحٰق علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ توان کا صاحب اولاد ہونا بھی بتلادیا گیا ہے وَمِنۡ ... وبَ

ترجمہ: ہم نے ان کو بشارت دی اسحاق کی اوراسحاق کے پیچھے یعقوب کی۔

اوروحی قطعی ہوتی ہے،تواب اگران کے ذبح کا حکم ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام کوعین ذبح کے وقت وحی سابق کی وجہ سے انکی موت نہ ہونے کا پورا یقین ہوتا، کہ یہ صاحب اولاد ہونے سے پہلے کسی طرح نہیں مرسکتے، پھر اس ذبح میں بلاء مبین اورامتحان ہی کیا ہوتا اوراسماعیل علیہ السلام کے متعلق اس قسم کی بشارت کوئی نہ تھی کہ یہ صاحب اولاد ہوں گےاس لئے صحیح یہی ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں۔[1]

---

[1] تکمیل الانعام، ص۹۲،ملحقہ سنت ابراہیم

باب۴

قربانی کا فلسفہ اور اس کا مقصد

(۱) قربانی اصل میں ''قربان'' سے ماخوذ ہے، چنانچہ صرّاح میں لکھا ہے کہ ''قُرباناً بِالضَّمِّ هُوَ مَا يُتَقَرَّبُ بِهٖ اِلٰى اللّٰهِ تَعَالٰى يُقَالُ قَرَّبْتُ لِلّٰهِ قُرْبَاناً''
''یعنی قربان اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ انسان خداتعالیٰ کا قرب ڈھونڈتا ہے، چنانچہ کہتے ہیں ''قربت لله قربانا''یعنی میں نے اللہ کے لئے قربانی دی۔
چونکہ انسان قربانی سے قربِ الٰہی کا طالب ہوتا ہے اس لئے اس فعل کا نام بھی قربانی ہوا۔

(۲) قربانی دراصل تصویری زبان میں ایک تعلیم سے جسے جاہل اور عالم سب پڑھ سکتے ہیں وہ تعلیم یہ ہے کہ خدا کسی کے خون اور گوشت کا بھوکا نہیں اس کی شان تو یہ ہے کہ ''هُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ''یعنی وہ کھلاتے ہیں کھلائے نہیں جاتے، ایسا پاک اور عظیم الشان نہ تو کھانوں کا محتاج ہے نہ گوشت کے چڑھاوے کا بلکہ وہ تمہے سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خدا کے حضور میں اسی طرح قربان ہوجاؤ، اور یہ بھی تمہارا ہی قربان ہونا ہے کہ اپنے بدلے اپنا قیمتی جانور قربان کردول۔[۱]

(۳) اللہ ورسول سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں۔ ایسے محبوب رب العالمین کا حق یہ ہے کہ جو چیز سب سے زیادہ پیاری ہو اس کو اس کے سامنے بطور نذر کے پیش کیا جائے اور حق تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ پیاری چیز اپنی جان ہے۔ یہ حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جان کے عوض میں اس کا ایک بدل مقرر فرما دیا کہ اس کو پیش کردو۔[۲]

---

[۱] المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ، ص۱۶۴ [۲] السوال فی شوال، ص۱۸۰، سنت ابراہیم

قربانی کی حکمت

(۳) اصل میں یہ سنت ابراہیمی کا اتباع ہے اور محبوب شئی کا خرچ کرنا مقصود ہے اور وہ صرف جانور کے ذبح کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے۔ گوشت خواہ رکھیں یا دوسروں کو تقسیم کریں۔

(۴) دوسری بات یہ ہے کہ اصل عمل تو یہ تھا کہ بیٹے کو ذبح کریں لیکن اول تو سب کے بیٹا ہوتا نہیں دوسرے یہ کہ اگر یہ حکم ہوتا تو بہت کم ایسے نکلتے جو یہ عمل کرتے یہ تو حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ جانور کو لڑکے کے ذبح کے قائم مقام کر دیا۔[۱]

قربانی کے ذریعہ تقویٰ کا اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے

حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (پ۱۷)

(ترجمہ) خدا کے پاس تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس کے پاس تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے۔

اس میں یہ بات قابل غور ہے کہ اس آیت میں تقویٰ کے کیا معنیٰ ہیں، تقویٰ کے عام معنی تو یہ ہے ہیں کہ سب اعمال شریعت کے مطابق ہوں اور اعمال میں تقرب الی اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ سے قرب) کی نیت ہو یہ معنی تو یہاں مراد ہیں ہی کیونکہ عام معنی کا تحقق ہر فرد میں ہوا کرتا ہے، مگر اس مقام پر خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے سے ذوقاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہاں تقویٰ سے مراد بہت ہی بڑا کامل تقویٰ ہے جس کو اس مقام سے خصوصیت ہے اور خصوصیت کی ضرورت اس لئے ہے کہ تقویٰ کا عام مفہوم تو تمام اعمال میں مشترک ہے، پھر یہ ظاہر ہے کہ ہر عمل کو دوسرے عمل سے خاص امتیاز حاصل ہے، اس کا

---

[۱] ترغیب الاضحیۃ، ص ۱۲۸

مقتضی یہ ہے کہ ہر عمل کے ساتھ جو تقویٰ متصل ہے اس کو بھی دوسرے عمل کے تقویٰ سے امتیار حاصل ہو۔ جیسے حیوانیت (یعنی زندگی) انسان اور دیگر حیوانوں میں مشترک ہے مگر امتیاز نوعی کی وجہ سے ہر حیوان کی حیوانیت (زندگی) برابر نہیں بلکہ بعض کی حیوانیت کامل اور بعض کی ناقص ہے، کسی میں مادہ حیات وحس (یعنی احساس کی قوت) وحرکت زیادہ ہے کسی میں کم ہے، الغرض ہر نوع میں جو جنس ہے اس کو دوسری نوع کی جنس سے بھی خاص امتیاز ہوا کرتا ہے، خواہ ماہیت کے اعتبار سے ہو خواہ آثار کے اعتبار سے کیونکہ ماہیات میں تشکیک کا ہونا نہ ہونا مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ پس جیسے قربانی کو دوسرے اعمال سے خاص امتیاز ہے، اسی طرح اس میں جو تقویٰ ہے وہ بھی خاص قسم کا تقویٰ ہونا چاہیئے، اب دیکھئے کہ وہ خاص قسم کا تقویٰ کیا ہے۔ سو دوسری آیت میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ

ترجمہ: (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرا کرو جیسا ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے کسی حالت پر جان مت دینا)[1]

مطلب یہ ہوا کہ کامل تقویٰ یہ ہے کہ اسلام پر موت ہو جائے، اسلام کے معنی کیا ہیں۔؟ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے، یہ معنیٰ دوسری آیت سے معلوم ہوتے ہیں:

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (پ٦)

ترجمہ: (اور اس شخص سے اچھا کس کا دین ہے جو اپنے آپ کو اخلاص نیت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے سپرد کر دے اور ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ کا اتباع کرے جو خالص خدا کے ہو رہے تھے۔)

---

[1] آل عمران بیان القرآن

جب اسلام کے معنی یہ ہیں تو تقویٰ کامل یہ ہوا کہ اپنی جان خدا تعالیٰ کے سپرد کردے کہ وہ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے لڑکے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اور جو شخص اپنے لڑکے کے ذبح کرنے پر آمادہ ہو جائے وہ اپنی جان دینے پر تو ضرور آمادہ ہو جائیگا۔ کیونکہ بیٹے کا ذبح کرنا اپنے ذبح سے زیادہ سخت ہے، پس کامل تقویٰ یہ ہے کہ خدا کے واسطے جان دے دے یعنی جان کو اس کے سپرد کر دے جس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایسا کام کرے جس میں جان خرچ ہو جائے۔[۱]

قربانی کے ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہونے کا مطلب

تقویٰ کے جو معنی اس مقام پر میں نے بیان کئے ہیں یعنی جان کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا جس کا دوسرا عنوان فناء ہے، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرات صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "**مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیُّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ**" یہ قربانی کیا چیز ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ لفظ ما حقیقت کا سوال کرنے کے لئے موضوع ہے تو اس کلام میں صحابہ نے اضحیہ کی حقیقت کے متعلق سوال کیا تھا اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "**سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ**" سنت سے مراد طریقہ ہے،

جواب کا حاصل یہ ہوا کہ حقیقتِ اضحیہ (یعنی قربانی کی حقیقت) وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اور ان کا خاص مذاق ہے، اب یہ دیکھنا چاہئے کہ ابراہیم علیہ السلام کا فعل کیا تھا اگر دنبہ کا ذبح کرنا مراد لیا جائے تو یہ بعید ہے، کیونکہ وہ ان کا فعل قصداً نہ تھا بلکہ بغیر قصد کے تھا، ان کا اصل فعل تو وہی تھا جو قرآن میں منقول ہے۔ "**یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی**" الآیۃ....

---

[۱] تکمیل الانعام، ص ۸۳

(یعنی میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں) اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اصلی فعل لڑکے کو ذبح کرنا تھا اور دنبہ کا ذبح کرنا حق تعالیٰ کی طرف سے اس کا بدل اور فدیہ تھا----- بہرحال ابراہیم علیہ السلام کا فعل لڑکے کو ذبح کرنا تھا تو اب حضور ﷺ کے جواب کا حاصل یہ ہوا کہ **الاضحیة ذبح الولد** یعنی قربانی کی حقیقت لڑکے کو ذبح کرنا ہے۔

اور اگر لفظ سنت پر نظر کی جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ذبح ولد (یعنی لڑکے کو ذبح کرنا) بھی حضرت ابراہیم کی سنت نہیں۔ کیونکہ سنت اس فعل کو کہتے ہیں جس پر مواظبت اور دوام (یعنی پابندی سے) ہو اور ذبح ولد (یعنی لڑکے کو ذبح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف ایک ہی مرتبہ کیا ہے، پس سنت ابراہیمی کا مصداق وہ فعل ہونا چاہیئے جوان کا دائمی طریقہ ہو اور وہ درحقیقت اسلامِ نفس یعنی اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا ہے، جس کو فنا کہتے ہیں یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاص مذاق اور دائمی طریقہ تھا۔

اِذْقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ترجمہ: (جب کہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم حق تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرو، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی)

اور ذبح ولد (یعنی لڑکے کو ذبح کرنا) اسکی صورت تھی گو اسلامِ نفس کے مناسب صورت تو ظاہر میں یہ تھی کہ ان کو قتل نفس (اپنی جان قتل کرنے) کا حکم دیا جاتا مگر اس کے بجائے لڑکے کو ذبح کرنے کی صورت اس لئے اختیار کی گئی کہ یہ قتل نفس سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ باپ کو اپنی موت اور اپنی تکلیف بیٹے کی موت اور تکلیف سے سہل ہوتی ہے اولاد کی حفاظت کے لئے انسان ہمیشہ اپنی جان پر کھیل جاتا ہے، نیز اس وجہ سے بھی (ذبح ولد) زیادہ مشکل ہے کہ اپنا قتل تو ایک ساعت کی کلفت ہے اور لڑکے کو ذبح کرنے

میں عمر بھر کے لئے سانحہ جانکاہ ہے، کسی کا بچہ اس کے ہاتھ سے ذبح ہوجائے تو عمر بھر اس کے دل پر آرے چلیں گے اس لئے اسلام نفس کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے۔

اب یہ اشکال ہوگا کہ قربانی تو جانور کی ہوتی ہے نہ کہ لڑکے کی پھر یہ سنت ابراہیم کیسے ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی عنایت سے تمہاری جان کا عوض حیوان کی جان کو بنادیا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ ذبح کبش (یعنی دنبہ) کو قرار دیا گیا تھا اور اجر میں ذبح ولد کے برابر تھا۔ اسی طرح جانور کی قربانی بھی ثواب میں اپنی جان دینے کے برابر ہے، تو حق تعالیٰ کی یہ کتنی بڑی عنایت ورحمت ہے کہ چند روپے خرچ کرنے میں اتنا بڑا اجر دیتے ہیں۔[1]

قربانی کی اصل اپنے نفس کو فدا کرنا ہے

(قربانی کے واقعہ میں) بڑا کمال تو ابراہیم علیہ السلام کا ہے کیونکہ خودکشی کرتے تو بہتوں کو دیکھا ہوگا یا کم از کم سنا ہوگا مگر فرزندکشی (لڑکے کو ذبح) کون کرسکتا ہے؟ بھلا باپ سے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے گلے پر چھری پھیر دے۔

ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنی طرف سے بیٹے کو ذبح کیا تھا پھر خواہ ذبح کوئی چیز ہوگئی ہو۔ تو قربانی کی اصل بیٹے کو ذبح کرنا ہے جو اپنے ذبح سے بھی اشد (زیادہ سخت) ہے اور یہ قاعدہ عقلیہ ہے کہ اشد اخف کو متضمن ہوتا ہے (یعنی زیادہ سخت مجاہدہ میں معمولی مجاہدہ بھی ہوتا ہے) تو قربانی کی روح اپنے کو فدا کرنا اور اپنی قربانی کرنا ٹھہرا جس کے متعلق دوسری جگہ ارشاد ہے،

"لَوْ اَنَّا کَتَبْنَا عَلَیْھِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِیَارِکُمْ مَّا فَعَلُوْہُ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنْھُمْ" (۵)

---

[1] تکمیل الانعام، ص۹۳، ۹۴

ترجمہ: ''اگر ہم یہ فرض کردیتے کہ خودکشی کیا کرو، یا شہر بدر ہوجایا کروتو بہت کم لوگ کرتے''
اس سے معلوم ہوا کہ خودکشی ایسی چیز ہے کہ اس میں مشروعیت کی صلاحیت تھی، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کے وقت مشروع ہوئی اورانہوں نے اس کو کیا، مگرحق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ فوراً ہی ایک عنایت کاظہور ہوا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ '' ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا۔

ذبح عظیم کی تفسیر میں مفسرین نے لکھاہے کہ فوراً ایک دنبہ وہاں پر رکھ دیا گیا اورابراہیم علیہ السلام نے اسے ذبح کردیا، تو ابراہیم علیہ السلام کے دین میں قربانی مشروع ہوئی تھی۔ انہیں کی موافقت میں اس دین میں بھی مشروع ہوئی۔

تو قربانی کی اصل اپنے نفس کوفدا کردیناہے اوراعتبار اصل ہی کا ہوتا ہے۔[1]

جانورکی قربانی کرنا گویا اپنی جان قربان کرنا ہے

قربانی میں صورۃً تو آپ جانورکی جان پیش کرتے ہیں اورحقیقت میں اپنی جان پیش کرتے ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا ہے کہ اس کی حقیقت اسلامِ نفس ہے، (یعنی اپنے کوسپرد کردینا وہاں سے اس کے بدلے میں آپ کودوسری جان ملتی ہے جواس سے بدرجہا افضل ہوتی ہے۔ جس کی حقیقت دومثالوں سے سمجھئے ،ایک تو آصف الدولہ کی حکایت ہے کہ اس نے بڑھیا کی سل کوسونا بنادیا تھا۔

ایک حکایت

واقعہ یہ ہے کہ آصف الدولہ نے ایک بڑھیا کودیکھا کہ اِصطبل میں (جہاں گھوڑے باندھے جاتے ہیں وہاں) ایک سل لئے ہوئے گھوڑے کے کھر سے رگڑ رہی

---

[1] روح الحج والثج ، سنت ابراہیم ص۳۹۱،

تھی پوچھا مائی کیا کرتی ہو، کہا بیٹا میں نے سنا ہے کہ آصف الدولہ کے گھوڑے کا کُھر اگر پتھر پر پڑ جائے وہ سونا ہو جاتا ہے، کہنے لگا سچ ہے مگر تم کو رگڑنا نہیں آتا، تم سل چھوڑ جاؤ میں سونا بنادوں گا، وہ چھوڑ کر چلی گئی حکم دیا کہ اس سل کے برابر ایک سونے کی سل بنوا کر رکھ دو، جب وہ بڑھیا آئی اس کو حوالہ کر دی، اور کہا لو تمہاری سل سونے کی بن گئی۔

دوسری حکایت

اور دوسرا قصہ مولانا نے مثنوی میں بیان فرمایا ہے ایک دیہاتی بہت غریب تھا جس پر فاقے گزر رہے تھے اس کے گاؤں میں سخت قسم کا قحط پڑا کہ کنویں اور تالاب سب خشک ہو گئے، اس کی بیوی نے ایک دن کہا بغداد کا خلیفہ سنا ہے کہ بہت کریم ہے تو اس کے پاس جاؤ شاید تمہارا فقر وفاقہ زائل ہو جائے، اس نے کہا کہ خلیفہ کے پاس جانے کے لئے کوئی ھدیہ ونذرانہ بھی تو ہونا چاہئے خالی ہاتھ کیسے جاؤں۔ اور میرے پاس اس کے لائق ھدیہ کہاں ہے۔ بیوی نے کہا کہ ہمارے فلاں گڑھے میں جو صاف شفاف کچھ پانی جمع ہے، ایسا پانی خلیفہ نے کہاں دیکھا ہوگا، تم یہ پانی ایک گھڑے میں بھر کر لے جاؤ، یہ رائے مرد کے بھی سمجھ میں آ گئی، چنانچہ گھڑا بھر کر لے چلا، اور عورت نے مصلیٰ بچھا کر اس کے پاس پانی کے صحیح وسالم پہنچنے کی دعا کرنی شروع کی۔ ادھر وہ تمام راستے رَبِّ سَلِّمْ رَبِّ سَلِّمْ کا ورد کرتا ہوا چلا کہ الٰہی اس گھڑے کی خیر رہے، اور میرے قدموں کی بھی خیر رہے کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے کیونکہ اس بیچارے کے پاس تو سب کچھ یہی تھا----- خدا خدا کر کے سلامتی کے ساتھ وہ گھڑا بغداد پہنچا اور دربار میں اطلاع واجازت کے بعد حاضر کیا گیا۔ خلیفہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو وہ بدوی کہتا ہے کہ هٰذَا مَاءُ الْجَنَّةِ یہ جنت کا پانی ہے، ایسا پانی کبھی کسی نے پیا نہ ہوگا، خلیفہ نے گھڑے کو کھولنے کا حکم دیا چونکہ عرصہ سے بند کیا ہوا تھا اس لئے کھولتے ہی (اس کی بدبو سے) دربار سڑ گیا۔

صاحبو! یہی حالت ہمارے اعمال کی ہے کہ وہ حقیقت میں سڑے ہوئے ہیں مگر

خلیفہ کا کرم دیکھئے کہ اس نے ذرا بھی کسی انداز سے بدوی پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ ہم کو اس کی بدبو سے ایذاء (تکلیف) ہوئی ہے بلکہ کمال یہ کیا کہ سر دربار میں اس میں سے ایک گلاس بھروا کر چکھا اور بہت تعریف کی کہ نہایت نفیس ولطیف پانی ہے، اور اس کو خاص اہتمام سے فلاں جگہ رکھا جائے چنانچہ اس وقت تو اٹھوا کر کسی جگہ رکھ دیا گیا، اور بعد میں اس کی غیر موجودگی میں گرادیا گیا، یہی معاملہ بلاتشبیہ حق تعالیٰ ہمارے ساتھ فرماتے ہیں کہ ہمارے اعمال تو سڑے ہوئے ہیں، مگر حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان کی قدر فرماتے ہیں، پھر خلیفہ نے حکم دیا کہ اس بدوی کا گھڑا سونے کی اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا جائے، اور خدام سے کہا کہ اس کو دجلہ کے راستہ سے لے جانا تا کہ تکان دور ہو اور فرحت ہو، نیز اس کو اپنے ھدیہ کی حقیقت اور ہمارے کرم کی عظمت کا مشاہدہ ہو جائے، چنانچہ جب وہ دجلہ پر پہنچا ہے اور اس کی لطافت وشیرینی کو دیکھا تو شرم سے پانی پانی ہو گیا کہ اللہ اللہ یہ خلیفہ کیسا کریم ہے اس کو میرے گدلے اور بدبودار پانی کی کیا ضرورت تھی جس کے شہر میں ایسی صاف وشفاف شیریں نہر چل رہی ہو اور اب معلوم ہوا کہ خلیفہ نے اس کے ھدیہ کی جو کچھ تعریف کی تھی وہ محض اس کی دلجوئی تھی۔

صاحبو! یہی معاملہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے کہ ہمارے حسنات (نیکیاں) حقیقت میں سیأت (برائیاں) ہیں مگر حق تعالیٰ کا کرم ہے کہ ان کو طاعات ہی شمار کر لیتے ہیں اور ہم کو اطاعت کرنے والوں میں داخل کر لیتے ہیں۔

یہ ہے یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ، اور جیسے خلیفہ نے سڑے ہوئے پانی کے بدلہ میں سونے کی اشرفیاں دی تھیں۔ ایسے ہی یہاں جو تم اپنی جان پیش کرتے ہو (یعنی جانور کی قربانی کرتے ہو) وہ سڑی ہوئی ہے کیونکہ صفات رذیلہ (برے اخلاق وعادات) سے متصف ہے اور حق تعالیٰ اس کے عوض تم کو ایسی جان عطا فرماتے ہیں جو لطیف اور شفیف (پاک وصاف) ہے کیونکہ وہ اب متصف بصفات اللہ ہو جاتی ہے اسی کا نام فنا وبقاء ہے۔

۱؎ تکمیل الانعام ص۱۰۰

قربانی کا ظاہر و باطن اور قربانی کی روح

انبیاء علیہم السلام کا خواب وہی ہوتا ہے اور انبیاء کی وحی سچی ہوتی ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے ذبح ولد (یعنی اپنے لڑکے اسماعیل کے ذبح کرنے کو) خواب میں دیکھا تھا تو یہ وحی بھی سچی ہوئی لہذا ذبح ولد (یعنی لڑکے کے ذبح کو) ثابت ماننا پڑے گا شرعاً بھی اور لغۃً بھی، گو مذبح (یعنی ذبح کرنے کے بعد بھی ذبح) کا وقوع نہ ہوا ہو، پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے بجائے اسماعیل علیہ السلام کے دنبہ ذبح کرا دیا، یہ قربانی کا ظاہر ہوا۔

اور اس کا باطن یہ ہے کہ حقیقت میں نفس کا ذبح کرنا مطلوب تھا جو لڑکے کے ذبح کے ذریعہ حاصل ہوا۔ حدیث شریف ''لِکُلِّ اٰیَۃٍ ظَھْرٌ وَّبَطْنٌ'' یعنی ہر آیت کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔ اس اصل کے مطابق یہ قربانی کا بطن ہے، یعنی جس طرح ہر عبادت کی ایک صورت ہوتی ہے یعنی ظہر اور ایک روح ہوتی ہے یعنی بطن اسی طرح اس قربانی کی بھی جیسے ایک صورت ہے جو سب کو معلوم ہے اسی طرح ایک روح بھی ہے یعنی نفس کو ذبح کرنا کہ وہی لڑکے کو ذبح کرنے کی بھی روح ہے، تو قربانی کی حقیقت فناء نفس ہوئی اسی واسطے ابراہیم علیہ السلام کو ذبح ولد (یعنی لڑکے کو ذبح کرنے) کا حکم ہوا نہ کہ اپنی ذات کے ذبح کا، اس لئے کہ اولاد کی گردن اپنے ہاتھ سے کاٹنا جس قدر نفس پر شاق اور سخت ہے، اپنی گردن اپنے ہاتھ سے کاٹ لینا اس کے مقابلہ میں آسان ہے، کوئی باپ ہوش وحواس کی حالت میں کبھی اس فعل کو گوارہ نہیں کرے گا۔ بلکہ اپنی جان دے دینا نہایت آسان اور سہل سمجھے گا اور فناء نفس کے یہی معنی ہیں کہ اپنے نفس کی مخالفت کرنا اور یہ معنی لڑکے کو ذبح کرنے میں خود اپنے کو ذبح کرنے سے بہت زیادہ موجود ہیں۔

بتلائیے یہ باطن کون سی نص کے خلاف ہے، یاد رکھو محققین صوفیہ کی کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہوتی اگر ہو تو وہ تصوف نہیں زندقہ ہے۔ (سنت ابراہیم، ص ۴۹)

خلاصہ یہ ہے کہ ہر عبادت کی ایک روح ہوتی ہے اور قربانی کی روح فناء نفس ہے جو لڑکے کے ذبح کے ذریعہ سے واقع ہوئی تھی۔ اور فناء نفس یہ ہے کہ خواہش کے خلاف کام کرنا مثلاً اگر نفس کی آرزو چار نوافل کی ہو تو آٹھ پڑھو، اگر نفس نفلی روزے سے اعراض کرے اور نفلی نماز سے خوش ہو تو نفلی روزہ کو اختیار کرے۔

پس جب یہ ثابت ہوگیا کہ قربانی کی روح فناء نفس ہے تو جس قربانی سے فناء نفس نہ ہو وہ قربانی بے روح ہے۔ گویا قربانی ہی نہیں ہے[1]

قربانی کا حکم حاجیوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے بھی ہے

یہ کہنا بعید نہیں ہے کہ غیر حاجی پر قربانی کا واجب ہونا تشبہ بالحاج (یعنی حاجیوں کے ساتھ مشابہت) کی وجہ سے ہے کہ جو لوگ مکہ میں نہیں اور حج میں مشغول نہیں وہ حاجیوں کے ساتھ مشابہت ہی کرلیں۔ چنانچہ جیسے حج میں تلبیہ (**لبیک اللھم لبیک الخ**) ہوتا ہے، یہاں اس کے مشابہ تکبیر و تشریق ہے جو ہر مسلمان عاقل بالغ پر ایام تشریق میں واجب ہے، جبکہ جماعت سے نماز پڑھے اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے مستحب ہے۔

نیز جو لوگ قربانی کرنے والے ہیں ان کے لئے یہ بھی مستحب ہے کہ ذی الحجہ سے قربانی تک اپنے ناخن اور بال وغیرہ نہ کٹوائیں، بلکہ قربانی کے بعد حلق یا قصر کریں، اس میں حالت احرام کے ساتھ تشبہ ہے، اور جن پر قربانی واجب نہیں اگر وہ بھی ایسا کریں تو بہت ثواب ہے، اب تو قربانی کی مناسبت حج سے بالکل ہی ظاہر ہے۔

تیسرے حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے سوال کیا کہ حج کی حقیقت کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا حج کی حقیقت ہے تلبیہ میں آواز بلند کرنا اور قربانی میں خون بہانا، اب تو مناسبت کامل طور پر ظاہر ہوگئی کہ حضور ﷺ نے قربانی

[1] سنت ابراہیمؑ ص ۵۶

کو حج کی حقیقت میں داخل فرمایا ہے، گو وہ ارکان میں سے نہ ہو، مگر اس کو حج کے ساتھ ایسا قوی تعلق ہے کہ گویا حج میں داخل ہے۔ رمضان کے بعد جب حاجیوں کی روانگی ہوتی ہے تو غیر حجاج کے دل پر بھی ایک نشتر سا لگتا ہے وہ بھی حسرت کے ساتھ ان جانے والوں کو دیکھتے ہیں اور اس وقت ہر مسلمان کے دل میں ایک خاص داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ ہائے ہم بھی اس وقت حج کو جاتے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن کی نیت ہی بڑی چیز ہے، (الغرض اللہ تعالیٰ نے قربانی کا حکم حاجیوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے دیا ہے۔[1]

قربانی کرنے سے حج کی برکت کا حصہ بھی نصیب ہوتا ہے

قربانی ہماری جان کے قائم مقام ہے، اور دیگر مقامات پر (یعنی منیٰ کے علاوہ) جو سب مسلمان قربانی کرتے ہیں تو اس کا راز یہ ہے کہ حج کے برکات تو ان ہی کو حاصل ہوتے ہیں جو حج سے مشرف ہوتے ہیں اور جو وہاں جانے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ اس کے برکات سے محروم تھے، اس لئے حق تعالیٰ نے حج کا ایک جز ان پر واجب کر دیا تا کہ تشبیہ بالحجاج (یعنی حاجیوں کے ساتھ مشابہت ہو جائے) سے ان کو بھی ان برکات کا ایک حصہ نصیب ہو جائے، اور نیز پہلے بیان کیا ہے کہ قربانی بھی منجملہ ان مجاہدات کے ہے جو طبیعت کی تسخیر (یعنی طبیعت کو مغلوب اور تابع) کرنے کے لئے ہے اور طبیعت کی تسخیر (یعنی شریعت کے تابع کر دینے) کی ہر ایک کو ضرورت ہے اسی لئے سب کو یعنی حاجیوں کو بھی قربانی کا حکم ہوا اور یہ سنت ابراہیمی ہے۔[2]

---

[1] سنت ابراہیم، ص ۱۷۲ تا ۱۷۵ [2] التہذیب ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۳۵۱

حج اور قربانی عبادت بدنی ہے یا مالی

بعض فقہاء نے حج کی مرکب ہونے کی تصریح فرمائی ہے کہ (حج ایسی عبادت ہے جو بدنی بھی ہے اور مالی بھی یعنی اس میں بدن پر بھی مشقت ہوتی ہے اور مال بھی خرچ ہوتا ہے) البتہ قربانی کا مرکب ہونا کسی قول میں نظر سے نہیں گزرا لیکن غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ یہ بھی مرکب ہے، گو اس میں مالیت (یعنی مال خرچ کرنے) کی شان غالب ہو، مگر جس طرح باوجود بدنیت کے غالب ہونے کی وجہ سے اور مال کے مغلوب اور متعلق ہونے کی وجہ سے حج کو مرکب کہہ دیا۔ اسی طرح یہاں باوجود مالیت غالب ہونے کے بدنیت (یعنی بدنی مجاہدہ کے مغلوب اور) متعلق ہونے کی وجہ سے اس کو بھی مرکب کہنا صحیح ہوسکتا ہے اور قربانی کا عبادت مالی ہونا تو ظاہر ہے مگر بدنی ہونے میں دو حیثیتیں ہیں۔

ایک خفی دوسرے جلی، جلی تو یہ کہ قربانی محض مال خرچ کرنے سے ادا نہیں ہوتی کہ کچھ روپئے اللہ کے واسطے کسی کو دے دیئے، البتہ اگر اتنی تاخیر کردے کہ قربانی کے ایام نکل جائیں تو اس وقت صدقہ کرنا ہی متعین ہے، لیکن اول تو اس صورت میں قربانی کے برابر فضیلت نہ ہوگی، دوسرے گفتگو اس میں ہے کہ اصل وظیفہ کیا ہے سو قربانی کا اصل وظیفہ تو یہی ہے کہ جانور ذبح کرو اور جانور کے ذبح کرنے میں ظاہر ہے کہ اتعاب بدن (یعنی اپنے بدن کو مشقت اور تکلیف میں ڈالنا ہوتا) ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ زکوٰۃ بھی مرکب ہے کیونکہ ہاتھ سے دینا پڑتا ہے اور اس میں کسی قدر تعب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر طبیعت سلیمہ ہے تو سمجھ میں آجائیگا کہ مال کے خرچ کرنے میں معتد بہ (کوئی خاص) بدن کو تعب نہیں اور قربانی میں کھلا ہوا تعب ہے۔ اسی واسطے قربانی ہر شخص سے نہیں ہوسکتی (اور زکوٰۃ کی رقم) دینا تو بچہ بھی کرسکتا ہے۔

دوسرے یہ غور کیجئے کہ اتعاب بدن (یعنی بدن کو مشقت ہونا) من حیث ہو مقصود ہے (یعنی

خود ہوتی ہے۔ یا اس وجہ سے کہ نفس پر محنت ومشقت ہوتی ہے اس سے بدن کو تکلیف ہوتی ہے؟

ہر شخص قواعد شرعیہ سے جانتا ہے کہ بدن کو تکلیف نفس کی وجہ سے ہوتی ہے اگر نفس نہ ہو تو ایذاء بھی نہ ہو ----- بدن کو جب بھی تعب ہوگا نفس کی وجہ سے ہوگا، کیونکہ جب نفس جدا ہو جاتا ہے تو کچھ تکلیف نہیں ہوتی، تو ثابت ہوگیا کہ بدن کو تکلیف نفس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پس اتعاب بدن (یعنی بدن کی مشقت) کی اصل اتعاب نفس (یعنی نفس اور روح کو تکلیف پہچانا ہوا) پس اگر ہم قربانی میں اتعابِ نفس (یعنی نفس کا مشقت میں پڑنا) ثابت کر دیں تب تو اس میں عبادت بدنیہ کے معنی ثابت ہو جائیں گے۔ سو قربانی میں اتعاب نفس واقعۃً موجود ہے، (آپ خود دیکھ لیجئے کہ) جس وقت جانور کے گلے پر بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر چھری پھیرتے ہیں تو کیا دل نہیں دکھتا؟ بہت دل دکھتا ہے، حتیٰ کہ بعض لوگ اسی وجہ سے اپنے ہاتھ سے ذبح بھی نہیں کر سکتے۔[1]

نیز قربانی کی اصل اپنے نفس کو فدا کر دینا ہے، اور اعتبار اصل ہی کا ہوتا ہے، تو اس اصل کے اعتبار سے قربانی خالص عبادت بدنیہ ہوئی، اب مالیت کا پہلو مغلوب ہوگیا اور بدنیہ کا پہلو غالب ہوگیا بہرحال یہ عبادت یعنی قربانی عبادت مالی و بدنی سے مرکب ہوئی۔[2]

بجائے قربانی کے اتنی رقم خیرات کرنا کافی نہیں

مسئلہ : خود قربانی کی قیمت دینے سے واجب قربانی ادا نہ ہوگی۔ اگر کسی نے ایسا کیا، گنہگار ہوگا، لان الابدال لاتنصب بالرای کما صرح به الفقهاء [3]

---

[1] روح الحج والضحیٰ ملحقہ سنت ابراہیمؑ ص ۳۷۹ تا ۳۸۴ [2] روح الحج والضحیٰ ص ۳۹۱

[3] امداد الفتاویٰ ص ۵۵۵ ج ۳

بجائے قربانی کے اتنی رقم صدقہ کرنے کا نقصان

مجھے ایک حکایت یاد آئی ہے وہ یہ کہ ایک شخص تھے جو قربانی کے دنوں میں جانور ذبح نہ کرتے تھے بلکہ اس کی قیمت خیرات کردیا کرتے تھے، ایک رات کو خواب میں وہ کیا دیکھتے ہیں کہ میدان قیامت برپا ہے اور پل صراط قائم ہے، اور دوسرے کنارے پر جنت ہے بہت لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوہوکر پل صراط کو طے کرتے ہیں اور جنت میں داخل ہوجاتے ہیں اور یہ شخص حیران اور پریشان کھڑا ہے کہ میں کس طرح سے گزروں نہ میرے پاس کوئی سواری ہے نہ اور کوئی حیلہ ہے اور یہ شخص یہ بھی سوچ رہا تھا کہ یہ سواریاں لوگوں کے پاس کہاں سے آتی ہیں اور کون دیتا ہے، اچانک آواز آئی کہ یہ سواریاں ان لوگوں کی ہیں جنھوں نے دنیا میں اپنے لئے تیار کی تھیں۔ یعنی یہ سواریاں قربانی کے جانور ہیں چونکہ تم قربانی نہیں کرتے ہو لہٰذا تم سواری سے محروم ہو، جب آنکھ کھلی تو بہت متاثر ہوئے اور قربانی نہ کرنے سے توبہ کی اور قربانی کرنے لگے۔

صاحبو! قربانی کا یہ نتیجہ تو بالکل ظاہر (کھلا ہوا) ہے حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے۔[1]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی قربانیوں کو خوب طاقتور کیا کرو یعنی کھلا پلا کر کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔[2]

بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ بالکل گھٹیا جانور کی قربانی کرتے ہیں، حالانکہ قربانی اولاد کے قائم مقام ہے، جیسا کہ بِنا قربانی کا واقعہ اس پر شاہد ہے اس لئے چاہئے کہ عمدہ جانور کی قربانی کی جائے، غرض اچھا جانور ذبح کرنا چاہئے۔[3]

---

[1] [3] سنت ابراہیمؑ ص ۶۲ [2] کنزل العمال، حیات المسلمین

قیامت میں قربانی کی بہت سے جانور ہوں گے تو کس جانور پر سواری ہوگی

ایک بزرگ اہل حال اس غلطی میں مبتلا تھے کہ ہمیشہ دام دے دیا کرتے اور قربانی نہ کرتے ،ایک روز خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے سب کے پاس سواری ہے ان کے پاس نہیں ،انہوں نے سواری طلب کی جواب ملا کہ یہاں کہاں سواری جو قربانی کرتے ہیں ان کو یہاں سواری ملتی ہے ،تم قربانی نہیں کرتے جاؤ گھسٹے ہوئے ، بیدار ہوئے تو بہت پریشان ہوئے فوراً توبہ کی اور قربانی کرنا شروع کر دیا۔

اس پر بعض نوعمر ہنستے ہیں کہ اگر بہت سے جانور ہوں گے تو کونسے جانور پر سواری ہوگی ،اللہ تعالیٰ سب پر قادر ہے ،ایک تو یہ صورت ہے کہ سب کے عوض میں ایک بہت بڑا جانور دے دیں ،ورنہ سب کی ڈاک لگا دیں ،اگر کسی کے اصطبل (وہ جگہ جہاں گھوڑے باندھے جاتے ہیں) میں بہت سے گھوڑے بندھے ہوں تو کیا اس پر بھی کبھی تعجب کیا ہے کہ اتنے گھوڑوں میں کس پر سواری کرتا ہوگا ،وہاں تو یہ سمجھ لیتے ہو کہ مثلاً یہ ڈاک لگانے کے کام میں آتے ہیں ،طویل سفر ہو تو ایک گھوڑا کام نہیں دے سکتا تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر ایک ایک گھوڑا بھیج دیا جاتا ہے اور نہایت سہولت سے اتنا بڑا سفر بہت جلد طے ہو جاتا ہے ،آخرت کی سب باتوں پر تعجب ہوتا ہے اور دنیا کی کسی بات پر تعجب نہیں (کتنے تعجب کی بات ہے) دنیا کی سب باتوں کو عقل کے قریب کر لیتے ہیں۔

یہ سوال ہی واہیات ہے کہ بہت سے جانور ہوں گے تو کون سے جانور پر سواری ہوگی یہاں بھی اس کی نظیر موجود ہے اور اصل بات تو یہ ہیکہ اس توجیہ پر کوئی موقوف نہیں ہم یوں کیوں نہ کہہ دیں کہ تعدد کے وقت ہم کو معلوم نہیں کس طرح ہوگا کیونکہ ہم کو بتلایا تو گیا نہیں اور رائے کا دخل نہیں خواہ یہ صورت ہو جائے یا کچھ اور ہو جائے۔[1]

---

[1] روح الارواح ،ص ۴۷۸

باب۵

قربانی عقل کی روشنی میں

معترضین کے اعتراضات اور ان کے جوابات

قربانی حق تعالیٰ کی مرضی اور نظام قدرت کے مطابق ہے

خدا تعالیٰ کو ماننے والی قومیں خواہ وہ کوئی ہوں اس بات کی ہرگز قائل نہیں ہیں کہ خدا تعالیٰ ظالم ہے بلکہ خدا تعالیٰ کو رحمٰن ورحیم مانتے ہیں، اب خدا تعالیٰ کا فعل دیکھو کہ ہوا میں باز (پرندہ) شکرا، گدھ، چرغ وغیرہ شکاری جانور موجود ہیں اور وہ غریب پرندوں کا گوشت ہی کھاتے ہیں، گھاس اور عمدہ سے عمدہ میوے اور اس قسم کی کوئی چیز نہیں کھاتے۔

نیز دیکھو پانی میں کس قدر خونخوار جانور موجود ہیں، گھڑیال، اور بڑی مچھلیاں چھوٹے چھوٹے پانی میں رہنے والے جانوروں کو کھا جاتے ہیں بلکہ بعض مچھلیاں قطب شمالی سے قطب جنوبی تک شکار کے لئے جاتی ہیں، مکڑی مکھیوں کا شکار کرتی ہے، بندروں کو چیتا مار کر کھاتا ہے، جنگل میں شیر بھیڑیئے، تیندو کی جو غذا ہے وہ سب کو معلوم ہے، بلی کس طرح چوہوں کو پکڑ کر ہلاک کرتی ہے، اور دیکھو آگ میں پروانوں (اڑنے والے کیڑوں) کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔

اب بتلاؤ کہ اس نظارہ عالم (اللہ تعالیٰ کے قدرتی نظام) کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ ذبح کا قانون جو عام طور پر جاری ہے یہ کسی ظلم کی بنا پر ہے؟ ہرگز نہیں، پھر انسان پر جانوروں کے ذبح کرنے کے الزام کا کیا مطلب؟ انسان کے جسم میں جوئیں پڑ جاتے ہیں، یا کیڑے پڑ جاتے ہیں کیسے بے باکی سے انکی ہلاکت (اور مارنے) کی کوشش کی جاتی ہے، کیا اس کا نام ظلم رکھا جاتا ہے؟ جب اسے ظلم نہیں کہتے کہ اعلیٰ کے خاطر ادنیٰ کا قتل جائز

ہے تو جانور کے ذبح کرنے پر اعتراض کیوں ہوسکتا ہے۔

بلکہ غور کرو اور ملک الموت کو دیکھو کیسے کیسے انبیاء ورسولوں اور بادشاہوں بچے، غریب، امیر، سوداگر سب کو جان سے مار دیتے اور دنیا سے نکال دیتے ہیں، اگر ہم جانوروں کو عیدالاضحیٰ میں اس لئے ذبح نہ کریں کہ ہمارا ذبح کرنا رحم کے خلاف ہے تو کیا اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ زندہ رکھے گا؟ اوران پر حکم ہوگا کہ وہ نہ مریں؟

اس تمہید کے بعد گزارش ہے کہ اگر جانورں کو ذبح کرنا خلاف رحم ہوتا تو اللہ تعالیٰ شکاری اور گوشت خور جانوروں کو پیدا نہ کرتا۔

نیز اگر ان کو ذبح نہ کیا جائے تو خود بیمار ہوکر مریں گے پس غور کرو کہ ان کے مرنے میں کیسی تکلیف ان کو لاحق ہوگی۔

قانون الٰہی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر چیز بے حد بڑھنا چاہتی ہے اگر ہر ایک برگد کے بیج حفاظت سے رکھے جائیں تو دنیا میں برگد ہی برگد ہوں اور دوسری کوئی چیز نہ ہو، مگر دیکھو ہزار جانور اس کا پھل کھاتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس بڑھنے کو روکنا اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اسی طرح اگر سارے گایوں کی پرورش کریں تو ایک وقت میں دنیا کی ساری زمین بھی ان کے چارے کے لئے کافی نہ ہوگی۔ آخر بھوک پیاس سے خود ان کو مرنا پڑے گا جب یہ قدرت کا نظام موجود ہے تو ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کیوں ہوگا۔[1]

قربانی کے خلاف عقل ہونے کا شبہ اور اس کا جواب

اگر کوئی کہے کہ قربانی عقل کے خلاف ہے کیونکہ (قربانی کے ذریعہ) خدا تعالیٰ خرچ کرا کر لیتے بھی نہیں پھر کیا چیز مطلوب ہے کیوں خرچ کرواتے ہیں؟ اس کا مقصد کیا ہے، اگر یہ کہو کہ ہم کو گوشت کھلانا منظور ہے تو منیٰ اور مکہ معظّمہ میں ہزاروں جانور ذبح ہوتے

[1] المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ، ص ۱۶۷

ہیں ان کا کوئی گوشت بھی نہیں کھاتا، بالکل ضائع ہوتے ہیں اور یہ عقل کے خلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جناب من ہے تو فحش بات لیکن سمجھانے کیلئے عرض ہے کہ اگر تمہاری عقل میں کسی شئی کا نہ آنا خلاف عقل ہونے کی دلیل ہے تو ہمارا آپ کا پیدا ہونا جس طریقہ سے ہوا ہے، وہ بھی عقل کے خلاف ہے، اور اس کا امتحان یہ ہے کہ ایک بچہ ایسا تجویز کیا جائے کہ تہ خانہ (اور کوٹھری) میں اس کی پرورش کی جائے اور اس کے سامنے کبھی اس کا تذکرہ نہ کیا جائے کہ آدمی کس طرح پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ جب بیس برس کا ہو جائے تو اس سے اچانک کہا جائے کہ آدمی اس طریقہ سے پیدا ہوتا ہے، تو ہرگز اس کی عقل میں نہ آئے گا۔ اور ہم چونکہ رات دن دیکھتے اور سنتے ہیں کہ اس طریقہ سے انسان پیدا ہوتا ہے اس لئے ہم کو خلاف عقل نہیں معلوم ہوتا، تو جناب ہم تو جب سے پیدا ہوئے ہیں ہمارے تمام حالات ہی خلاف عقل ہیں، ہماری عقل تو بس کھانے کمانے کی ہے ایسے ہی جیسے کسی نے کسی بھوکے سے پوچھا تھا کہ دو۲/اور دو۲/ کتنے ہوتے ہیں؟ کہا کہ چار روٹیاں، ایسے ہی ہماری عقل صرف اس قدر ہے کہ کھالو اور پی لو اور باتیں بنالو، جب اتنی عقل ہے تو شریعت کے اسرار کہاں سے سمجھ میں آئیں۔

اسی طرح قربانی کی حکمت اگر ہماری عقل میں نہ آئے تو قابل انکار کیسے ہوگئی؟ اسلئے ہمارے ذمہ ضروری نہیں ہے کہ اس حکمت کو بیان کریں لیکن تبرعاً بتائے دیتے ہیں[1]

کیا قربانی عقل کے خلاف ہے

جولوگ قربانی کو عقل کے خلاف کہتے ہیں وہ سن لیں کہ پوری دنیا میں قربانی کا رواج ہے اور قوموں کی تاریخ پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادنیٰ چیز اعلیٰ کے بدلہ میں قربان کی جاتی ہے اور یہ سلسلہ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سی بڑی چیزوں میں پایا جاتا ہے۔

---

[1] ترغیب الاضحیۃ، ص ۱۲۸

ہم بچے تھے تو یہ بات سنی تھی کہ کسی کو زہریلا سانپ کاٹے تو وہ انگلی کاٹ دی جائے تا کہ پورا جسم زہریلے اثر سے محفوظ رہے۔ گویا انگلی پورے جسم کے لئے قربان کی گئی ہے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی دوست آجائے تو جو کچھ ہمارے پاس ہو اس کی خوشی کے لئے قربان کرنا پڑتا ہے، گھی، آٹا، گوشت وغیرہ قیمتی اشیاء اس پیارے کے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتی۔

اور اگر اس سے زیادہ عزیز ہو تو مرغے مرغیاں حتیٰ کہ بھیڑیں اور بکرے قربان کیئے جاتے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر گائے اور اونٹ بھی عزیز مہمان کے لئے قربان کردیئے جاتے ہیں۔ طب (ڈاکٹری) میں دیکھا گیا ہے کہ وہ قومیں جو اس کو جائز نہیں سمجھتیں کہ کوئی جانور قتل ہو وہ بھی اپنے زخموں کے سیکڑوں کیڑوں کو مار کر اپنی جان پر قربان کردیتے ہیں۔

اور اس سے اوپر چلو تو ہم دیکھتے ہیں کہ ادنیٰ لوگوں کو اعلیٰ کے لئے قربان کیا جاتا ہے، مثلاً بھنگی ہیں، گو تمام قوموں کی عید ہی کا دن ہو مگر ان بیچاروں کے سپرد وہی کام ہوتا ہے بلکہ ایسے ایام میں ان کو زیادہ تاکید ہوتی ہے کہ لوگوں کی آسائش اور آرام کے خاطر کوئی گندگی کسی راستہ میں نہ رہنے دیں گویا ادنیٰ کی خوشی اعلیٰ کی خوشی پر قربان ہوئی۔ بعض ہندو گئو رکھشا بڑے زور سے کرتے ہیں ''لداخ'' کے ملک میں تو دودھ تک نہیں پیتے، کیونکہ یہ بچھڑوں کا حق ہے، مگر یہاں کے ہندو دھوکہ دے کر اس کا دودھ دوہ لیتے ہیں اور پھر اس سے اور اس کی اولاد سے سخت کام لیتے ہیں یہاں تک کہ اپنے کاموں کے لئے انہیں مار مار کر درست کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی قربانی ہے۔

ادنیٰ سپاہی اپنے افسر کے لئے اور وہ افسر اپنے اعلیٰ افسر کے لئے اور وہ اعلیٰ افسر اپنے بادشاہ کے بدلہ میں قربان ہوتا۔ پس خدا نے بھی اس فطرتی مسئلہ کو برقرار رکھا، اور اس قربانی میں تعلیم دی کہ ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان کیا جائے۔[1]

---

[1] (المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ، ص ۱۶۴)

قربانی کی حقیقت نذر ہے

قربانی میں فضول رقم ضائع ہونے کا شبہ اوراس کا جواب

قربانی کی ہیئت دیکھئے کہ وہ بالکل نذر کی صورت ہے، جیسے کسی کے سامنے نذر پیش کررہے ہوں۔ کیونکہ کھانے پینے کے لئے قربانی ہوتی تو ہرشخص کوایک سے زیادہ قربانی کی اجازت نہ ہوتی کیونکہ اس سے زیادہ کھانے کے کام میں نہیں آسکتی، بلکہ ایک ایک قربانی بھی کریں تب بھی بہت سا گوشت بچ رہتا ہے،مگراس کے باوجود ایک شخص ہزار بکرے ذبح کرے تو شریعت اس کو منع نہیں کرتی جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی روح نذر ہے۔

یہاں سے ان ملحدوں کے اعتراض کا جواب ہوگیا جو یہ کہتے ہیں کہ اس قدر جانوروں کے ذبح کرنے میں فضول رقم ضائع کی جاتی ہے، یہ رقم رفاہ عام میں خرچ کرنا چاہئے، میں کہتا ہوں کہ اگرکوئی شخص جارج پنجم (بادشاہ) کے سامنے دس لاکھ روپئے نذرانہ پیش کرے تو وہاں کوئی نہیں کہتا کہ یہ روپیہ رفاہ عام میں خرچ کرنا چاہئے بلکہ وہاں تو تعریف ہوتی ہے کہ فلاں شخص نے بڑی ہمت سے کام لیا کہ دس لاکھ روپئے نذرانہ میں پیش کیے۔

افسوس کہ خدا کے سامنے کوئی نذر پیش کرے تو اس کی رقم کو فضول ضائع کرنا کہا جاتا ہے ، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج کل جو بعض مسلمانوں میں عقل کی کمی ہے اور وہ شریعت کے احکام پر اشکال کرتے ہیں اس کا بڑا سبب خدا سے تعلق کی کمی ہے۔اگران کو خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا تو ان کی عقلیں درست ہوجاتیں۔ان لوگوں کو رقم ضائع ہونے کا شبہ اسلئے ہوا کہ انہوں نے قربانی کی غرض گوشت کھانا سمجھا حالانکہ قربانی کی یہ غرض نہیں بلکہ اسکی غایت صرف خدا کے نام پر جانیں فدا کرنا ہے، مکہ معظّمہ میں جا کراس

کا نمونہ نظر آتا ہے کہ قربانی کی کوئی حد ہی نہیں بلکہ مقتل (ذبح کرنے کا مرکز) نظر آتا ہے کہ ایک جگہ ہزاروں لاکھوں جانیں خدا تعالیٰ کے نام پر قربان کی جاتی ہیں۔اب ہمارے رفارمر وہاں بھی رائے دیتے ہیں کہ سلطان کوان جانوروں کی کھالیں کھینچ لینا چاہئے اوران سے رفاہ عام کا کام نکالنا چاہئے۔حالانکہ رئیس العقلاء،سید الحکماء افضل الانبیاء حضور ﷺ فرماتے ہیں''الحج العج والثج''کہ حج نام ہے بلند آواز سے لبیک کہنے کا اوراللہ کے نام پرخون بہانے کا،جواس دربار کا نذرانہ ہے،حضورؐ نے فقط جان لینا اورخون بہانا فرمایا ہے،کھانے تک کا بھی تو ذکر نہیں فرمایا،اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کی اصل روح اللہ کے لیے نذر ہے،اورحج کی روح دیوانہ شدن ہے۔[1]

دل دکھنے اور مال ضائع ہونے کا شبہ

یہ کہنا کہ قربانی میں مال ضائع کرنا ہوتا ہے جیسے آج کل نوتعلیم یافتہ حضرات کا خیال ہے سراسر غلط ہے۔کیونکہ قربانی کا مقصود تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اظہار محبت (اوراس کے حکم کی تعمیل) ہے اوروہ اس میں حاصل ہے،پھر مال کہاں ضائع ہوا۔

اوراگر یہ کہا جائے کہ جی دکھتا ہے کہ ہماری شئی جاتی رہی اس کا جواب یہ ہے کہ تمہاری شئی آئی کہاں سے؟تم خود مملوک ہو،غلام کسی شئی کا مالک نہیں ہوا کرتا،اگر کوئی کہے کہ ہم مملوک نہیں ہیں،اول تو یہ کہ کون ایسا ہوگا جس کا یہ اعتقاد ہو کہ ہم اللہ کے مملوک نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کی دلیل بھی ہے وہ یہ کہ دیکھو خودکشی حرام ہے اگر تم اپنے مالک ہوتے تو اپنے اندر جو چاہے تصرف کرسکتے تھے پس آپ بھی خدا کے ہیں اورجانور بھی خدا کے۔

اوراگر کوئی کہے کہ مال خرچ کرنے سے تو دل تنگ نہیں ہوتا بلکہ اس سے دل دکھتا ہے کہ جانور کی جان ضائع ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ بےفکر رہئے جب خود

---

[1] السوال فی شوال ملحقہ سنت ابراہیمؑ ص ۱۹۴

مالک ہی ضائع کرائے تو آپ کون بڑے دردمند نکل کر آئے ہیں ''ہر عیب کہ سلطان بہ پسند ہنرست''، یعنی جس عیب کو بھی بادشاہ پسند کرے وہ ہنر ہے۔[1]

قربانی پر اعتراض کرنے والوں سے ایک سوال

ان معترضین سے کوئی پوچھے کہ تم نے اس کا تو انسداد کیا کہ اللہ کے کہنے سے (یعنی اللہ کے قربانی کا حکم دینے کے بعد بھی) مسلمان نہ کاٹیں (یعنی قربانی نہ کریں) مگر اس کا بھی کچھ انسداد کیا کہ اللہ میاں بھی جان نہ لیں، کیا نعوذ باللہ یہ اللہ میاں کی بے رحمی ہے؟ جو جواب اسکا ہے وہی جواب ہمارا ہے۔

پھر ان معترضین سے پوچھنا چاہئے کہ کیوں صاحب مطلق تکلیف بے رحمی ہے یا خاص ذبح کرنا ہی بے رحمی ہے، اگر خاص ذبح کرنا بے رحمی ہے تو تخصیص کی وجہ (اور دلیل) بتلایئے اور اگر مطلق تکلیف بے رحمی ہے تو ہلوں میں چلا کر جوڑ نڈوں سے انہیں پیٹتے ہو اور گاڑیوں میں جوت کر انہیں چھیدتے ہو یہ بے رحمی نہیں ہے؟ اور پھر ہزاروں چیزیں چمڑے کی بنتی ہیں اور یہ معترضین بھی استعمال کرتے ہیں کیا یہ رحم کی خلاف نہیں ہے؟ اور کیا یہ بے رحمی کا سبب بننا نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عقل اور سمجھ سے کام لیا جائے تو جانوروں کا ذبح کرنا بالکل عقل کے موافق ہے، (کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے) لیکن مسلمانوں کو اُس محبوب حقیقی (یعنی اللہ تعالیٰ) سے ایسی محبت ہے کہ اس کے سامنے سب محبتیں گرد ہیں، جانور سے مسلمانوں کو بھی محبت ہے اور اندر سے ان کا دل دکھتا ہے لیکن عقل اور دین کا تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ اس پر وہ غالب آجاتا ہے، دیکھو اگر نوکر سے ہم کسی بات کا حکم کریں وہ اپنی عقل کو دخل دے اور چوں چرا کرے تو کس قدر ناگوار ہوتا ہے اور اس کو نافرمان قرار دیا جاتا ہے،

[1] ترغیب الاضحیۃ ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۱۲۹

حالانکہ نوکر کا تعلق کمزور درجہ کا ہے، جب اس کمزور تعلق پر یہ کیفیت ہے تو خدا تعالیٰ سے تو بندہ کا تعلق بہت بڑا ہے اس نے جب حکم دیا تو اس کے حکم کے سامنے چوں چرا کی گنجائش نہ ہونا چاہیئے۔[1]

جانوروں کے ذبح کرنے کی عقلی دلیل

جن لوگوں نے ذبح کو عقلاً مستحسن (یعنی پسندیدہ) ثابت کرنا چاہا ہے انہوں نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اگر جانور ذبح نہ کئے جائیں، تو چند روز بعد جانور بوڑھا ہو جائے گا اور پھر بالکل معذور ہو کر مرے گا، اس سے انسان کو بھی تکلیف ہوگی کہ وہ تھا تو مخدوم مگر اب جانور کے بڑھاپے اور معذوری میں اس کی خدمت کرنی پڑے گی۔ اور یہ بالکل قلب موضوع ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ وہ وقت آنے سے پہلے ہی اس کو کام میں لے آؤ تاکہ انسان خادمیت سے اور جانور بڑھاپے اور معذوری کی تکلیف سے محفوظ رہے۔ [2]

قربانی کے ظلم اور رحم کے خلاف نہ ہونے کی عقلی دلیل

ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ سے زیادہ رحم کسی مذہب میں بھی نہیں ہے، اور جانوروں کا ذبح کرنا رحم کے خلاف نہیں بلکہ انکے حق میں اپنی موت مرنے سے ذبح ہو کر مرنا بہتر ہے، کیونکہ خود مرنے میں قتل اور ذبح کی موت سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے، رہا یہ سوال کہ پھر انسان کو بھی ذبح کر دیا جایا کرے تاکہ آسانی سے مر جایا کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ ناامیدی کی حالت سے پہلے تو ذبح کرنا تو جانتے سمجھتے ہوئے قتل کرنا ہے، اور ناامیدی کی حالت کا کچھ پتہ نہیں چل سکتا کیونکہ بعض لوگ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ مرنے کے قریب ہوگئے تھے پھر اچھے ہوگئے، اور اگر یہ شبہ جانوروں میں بھی کیا جائے کہ

---

[1] الضحایا، ص ۱۵۶ تا ۱۵۷ [2] روح الحج والضحیٰ، ص ۳۹۵ سنت ابراہیم

ان کی ناامیدی کا انتظار نہیں کیا جاتا (ایسا کیوں ؟) اس کا جواب یہ ہے کہ جانوروں اورانسانوں میں فرق ہے، وہ یہ کہ انسان کا تو باقی رکھنا مقصود ہے کیونکہ دنیا کی پیدائش سے وہی مقصود ہے اسی لئے ملائکہ کے موجود ہوتے ہوئے اس کو پیدا کیا گیا ہے، بلکہ تمام مخلوق کے موجود ہونے کے بعد اس کو پیدا کیا گیا، کیونکہ نتیجہ اور مقصود تمام مقدمات کے بعد موجود ہوتا ہے، اس لئے انسان کے ذبح اور قتل کی اجازت نہیں دی گئی۔ ورنہ بہت لوگ ایسی حالت میں ذبح کردیئے جائیں گے جس کے بعد ان کے تندرست ہونے کی امید تھی اور ذبح کرنے والوں کے نزدیک وہ ناامیدی کی حالت تھی۔ اور جانور کو باقی رکھنا مقصود نہیں (بلکہ انسانوں کے نفع کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے) اس لئے ان کے ذبح کی اجازت اس بنا پر دے دی گئی کہ ذبح ہوجانے میں ان کو راحت ہے، اور ذبح ہوجانے کے بعد ان کا گوشت وغیرہ انسان کے باقی رکھنے میں مفید ہے، جس کا ابقاء مقصود ہے جانوروں کو اگر ذبح نہ کیا جائے اور یوں ہی مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے تو وہ مردہ ہو کر اس کے گوشت وغیرہ میں سمّیت (زہر) کا اثر پھیل جائے گا۔ اوراس کا استعمال انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ تو انسان کی بقاء کا وسیلہ نہ بنے گا۔[1]

عقل اور سمجھ سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جانوروں کا ذبح کرنا عقل کے موافق ہے۔

مذہب کے معترضین پر میری پوری طرح نظر نہیں لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کے یہاں بھی یہ عمل تھا مگر اس کی تحقیق نہیں کہ کب سے ترک ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ کسی فلسفی نے مشورہ دیا ہوگا کہ گھی دودھ کے لئے ان کو باقی رکھنا چاہئے۔[2]

---

[1] اشرف الجواب، ص ۱۵۶ افناء المحبوب، ص ۵ [2] الضحایا، ص ۱۵۸

اس اشکال کا جواب کہ مسلمان جانور ذبح کرتے ہیں بڑے سخت دل ہوتے ہیں

دوسری قوموں کا یہ شبہ کہ یہ لوگ بڑے سنگدل ہوتے ہیں کہ انھیں جانور کے گلے پر چھری پھیرتے ہوئے ذرا بھی رحم نہیں آتا، (یہ اعتراض) محض ناواقفیت اور ھٹ دھرمی کی وجہ سے ہوا ہے، مگر عجیب بات ہے کہ یہ اعتراض گائے کی قربانی کی متعلق ہے، چوہے مرغی، بکری، اور کبوتر کے متعلق نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کچھ دال میں کالا ہے، یعنی اس اعتراض کا سبب ترحم (ہمدردی ورحم دلی) نہیں ہے، بلکہ محض مذہبی حمیّت اور عصبیتّ ہے۔

اور اگر کوئی ذہین آدمی مذہب سے قطع نظر کر کے سب جانوروں کے متعلق یہی اعتراض کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسے کیا خبر کہ مسلمان نرم دل ہوتے ہیں یا سخت دل؟ پس ان کا اعتراض اگر چہ مذہبی حمیّت وعصبیّت سے نہیں لیکن ناواقفیت سے ضرور ہے، ہمارا بڑا کمال یہ ہے کہ ہمارے اندر رحم بھی ہے (لیکن حق تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے) چھری پھیرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ جو جان دینے والے ہیں یعنی خدا تعالیٰ اگر وہ مار ڈالیں تو جائز ہے ان کو حق ہے، اگر کوئی کہے کہ انہوں نے تو نہیں مارا اس کا جواب یہ ہیکہ ؎

نائب است او دست خدا است

یعنی وہ خدا کا نائب ہے اس کا فعل مثل خدا کے فعل ہے

یہ تو مسلم ہے کہ جان جس کی دی ہوئی ہو وہ لے سکتا ہے۔ ہم اس کے نائب ہیں اس نے ہمیں حکم دیا اسی لئے ہم نے چھری پھیر دی، باقی ہم نے خود جان نہیں نکالی، ہم نے تو فقط راستہ کھول دیا جان تو انہوں نے نکالی، اب کیا اشکال رہا کہ اہل اسلام بڑے سنگدل ہوتے ہیں آپ بڑے رحم دل ہوتے ہیں کہ خود چوہے نہیں مارتے مسلمانوں کے محلے میں چھوڑ آتے ہیں کہ یہ ماریں، جب تم ہمیں موش کشی میں اپنا نائب بناتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے

اگر گاؤ کشی میں ہمیں اپنا نائب بنا دیا تو کیا قباحت ہوگئی۔ اللہ کی نیابت میں تو یہ نفع بھی ہے کہ مارو کھاؤ اور تمہاری نیابت میں تو فقط مار کر پھینک دینا ہی ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔

سبحان اللہ! یہ رحمدلی ہے کہ ہم سے نہیں مارے جاتے تم ماردو، نیابت اور کسے کہتے ہیں۔ یہ تو زبان سے کہنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر زبان سے کہتے تو ایک مسلمان بھی نہ کرسکتا کیونکہ یہ کس کو غرض تھی کہ وہ اپنا کاروبار چھوڑ کر تمہارے گھروں اور دکانوں پر چوہے مارنے جاتا، مگر ان کے گھر لاکر چھوڑ دیئے کہ اچھی طرح ان کو مارسکیں یہ رحم تو ایسا ہی ہوگیا کہ کسی کی ایک بے حیا بہو تھی اس سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا شوہر کہاں گیا ہے۔ حیا کی وجہ سے منھ سے تو کہہ نہ سکی مگر بتلانا بھی ضروری تھا تو آپ نے کیا کیا کہ لہنگا اٹھا کر اسکے سامنے موتا اور اسکے اوپر سے پھاند گئی۔ مطلب یہ کہ ندی پار گیا ہے۔ تو بعضوں کا رحم ایسا ہی ہے جیسے اس بہو کی شرم تھی کہ منھ سے بولنے میں تو حیا تھی اور لہنگا کھول کر سامنے بیٹھ جانے میں حیا نہ تھی اور پھر مسلمانوں پر اعتراض۔

حضرات! میں بقسم کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے برابر کسی قوم میں ترحم نہیں۔ مگر امتحان کے وقت معلوم ہوتا ہے، دنیا کے واقعات نے کھلم کھلا ثابت کردیا ہے کہ رحم کے موقعوں پر رحم کرنا یہ مسلمانوں ہی کا خاصہ ہے، مسلمانوں کے برابر کوئی قوم رحم دل نہیں۔

میرے پاس ایک برہمن کا خط آیا تھا کہ مسلمانوں پر تو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ گاؤ کشی کرتے ہیں مگر یہ معترض قوم آدمیوں پر ظلم کرتی ہے، مجھے اس شخص کا قول نقل کرنے سے فقط یہ دکھلانا مقصود ہے کہ " الحق ماشهدت به الاعداء" کہ حق وہ ہے جس کی دشمن بھی شہادت دے دے، جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے۔[۱]

---

[۱] روح الحج والتضحیہ ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۳۸۷

اس شبہ کا جواب کہ قربانی کرنا بڑی بے رحمی اور سنگ دلی ہے

(قربانی کے سلسلہ میں سب سے بڑا اعتراض لوگوں کا یہ ہے کہ) قربانی کرنا بے رحمی ہے، کیونکہ خوامخواہ بلاقصور جانوروں کا خون کرنا سخت بے رحمی اور بے انصافی وسنگ دلی ہے، اور نیز صرف اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لئے کسی جان کو ضائع کردینا عقل کے خلاف ہے۔

بظاہر یہ اعتراض قوی ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بالکل لچر (کمزور) ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمانوں کو بے رحم اور اس فعل کو بے رحمی کہنا ہی غلط ہے، مطلق رحم سے تو کوئی شخص خالی نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ یہ مادہ تو حق تعالیٰ نے ہر ایک کے اندر رکھا ہے، باقی جس کو یہ سنگ دلی کہتے ہیں وہ حقیقت میں شجاعت (بہادری) ہے اور جس کا نام انہوں نے رحم رکھا ہے وہ ضعف قلب (یعنی دل کی کمزوری) ہے، قوی القلب (یعنی مضبوط دل والا) قاسی القلب (سخت دل) نہیں ہوتا، اور نہ ضعیف القلب کا رحم دل ہونا ضروری ہے، اور مسلمانوں سے زیادہ تو رحم دلی کسی کے اندر ہے ہی نہیں، ان کو تو تعلیم ہی رحم کی دی گئی ہے، ان کے رحم کی یہ کیفیت ہے کہ کسی شخص پر غصہ ہو اور اس نے بہت ستایا ہو، بہت تکلیف پہنچائی ہو لیکن وہ کہے کہ بھائی مجھے معاف کردو تو حکم یہ ہے کہ اس کو معاف کردو، اور اس سے بالکل کینہ نہ رکھو، اور دشمنوں پر بھی ان کو رحم کرنے کا حکم ہے، چنانچہ لڑائی میں حکم ہے کہ بوڑھوں اور عورتوں اور بچوں کو اور درویشوں (جوگیوں) گوشہ نشین کو مت مارو اور ناک کان مت کاٹو، جب یہ اپنے دشمنوں پر رحم کرنے والے ہیں تو جانوروں پر کیوں نہ رحم کریں گے یہ بے انتہا رحم دل ہیں لیکن ان کا رحم عقل کے ساتھ ہے بے عقلی کے ساتھ نہیں۔

رحم کی دو قسمیں

رحم کی بھی دو قسمیں ہیں ایک بے عقلی کے ساتھ جیسے ماں کا رحم کہ بچہ مچل رہا ہے کہ میں مکتب (اسکول) میں نہ جاؤں گا، اور مکتب میں جانے سے اس کو وحشت ہوتی ہے روتا ہے اور ماں اسکی حمایت کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ اچھا ہے نہ جائے اسکا دل ٹوٹے گا، اور ایک رحم عقل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے باپ کا رحم ہے کہ اس نے بچہ کی یہ ضد دیکھی تو دو تین ہاتھ مارے اور پکڑ کر مکتب میں پہنچا دیا تو بظاہر تو یہ بے رحمی معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں ماں کا اس کی موافقت کرنا اور دل نہ توڑنا یہ اس کے حق میں ظلم ہے، کیونکہ اس کا انجام جہالت ہے جس کے لئے ذلت وخواری لازم ہے، اور باپ کا مارنا عین رحم ہے، کیونکہ اس کا انجام اس کے حق میں بہتر ہے، ماں کے رحم کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بوڑھی عورت کے گھر شاہی باز چلا آیا اس نے دیکھا کہ اس کی چونچ بہت بڑی ہے، بوڑھی عورت بہت کڑھی کہ اے ہے یہ دانہ کس طرح چُنتا ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ تیری ماں مرگئی ہے کسی نے تراشی نہیں اسی واسطے تیری چونچ بہت بڑھ گئی ہے، قینچی لے کر اس کی چونچ کتر دی، پھر دیکھا کہ ناخن بہت بڑے ہیں، کچھ ناخن تراش دیئے، غرض اس کو بالکل نکما کر دیا وہ کسی کام کا نہ رہا، ایسی ہی رحمدلی اہل باطل میں ہے کہ وہ جانوروں کے ذبح نہ کرنے کو رحم سمجھتے ہیں۔[1]

تمام قوموں میں مسلمان سب سے زیادہ رحمدل ہیں پھر قربانی کیوں کرتے ہیں

دنیا کے واقعات نے کھلم کھلا ثابت کر دیا ہے کہ رحم کے موقع پر رحم کرنا یہ مسلمانوں ہی کا خاصہ ہے مسلمانوں کے برابر کوئی قوم رحم دل نہیں (مسلمانوں کی رحمدلی مشہور ہے)

---

[1] الضحایا، ص ۱۴۹ ملحقہ سنت ابراہیم

جس شخص کے اندر اس درجہ رحم ہو اور پھر وہ اس پر عمل کرے (یعنی قربانی کرے) اس سے صاف معلوم ہوا کہ بے رحمی اس کا سبب نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر ایک اور باریک بات ہے وہ یہ ہے کہ قربانی کا حکم رحم کے امتحان کا ہے، حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ ہماری محبت زیادہ ہے یا مخلوق کی؟ (بندے) ہمارا حکم مانتے ہیں یا اپنی طبیعت اور فطری رحم پر عمل کرتے ہیں۔

ایاز کی سی مثال ہے کہ لوگوں نے سلطان محمود سے پوچھا تھا کہ آپ ایاز کو زیادہ کیوں چاہتے ہیں، اس کے اندر کیا خوبی ہے؟ سلطان نے کہا کہ کسی وقت دکھلا دیں گے کہ اس کے اندر کیا خوبی ہے، ایک روز خزانہ میں سے ایک بڑا قیمتی موتی نکلوایا اور وزیر اعظم کو حکم دیا کہ اس کو توڑ ڈالو، وزیر اعظم نے سمجھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو آج دماغی خلل ہے عرض کیا کہ حضور پھر ایسا نایاب موتی میسر نہ ہوگا۔ اس حکم پر پھر نظر ثانی کر لیجئے، اس کے بعد دوسرے وزیر کو حکم دیا، دوسرے وزیر نے سوچا کہ جب وزیر اعظم نے باوجود مجھ سے زیادہ سمجھدار ہونے کے نہیں توڑا تو میں کیوں توڑوں، اس نے بھی عذر کیا، غرض سب نے انکار کر دیا، تو ایاز کو حکم دیا، ایاز نے کہا بہت اچھا فوراً دو پتھر لا کر ایک کے اوپر موتی رکھا اور دوسرے کو اس پر دے مارا وہ چکنا چور ہو گیا، وزیر اعظم نے ملامت کی کہ ایسا قیمتی موتی توڑ ڈالا ایاز نے کہا کہ تم پاگل ہو تم نے بادشاہی حکم توڑا اور میں نے موتی توڑا۔ موتی کے توڑنے سے حاکم کا حکم توڑنا زیادہ برا ہے۔

پس مسلمانوں کی مثال ایاز کی سی ہے کہ باوجود اس کے کہ گائے بکری سے ان کو بے حد محبت ہے چنانچہ جس وقت یہ جانور ذبح کرتے ہیں ان پر بے حد اثر ہوتا ہے، جس کو مخالف اعتراض کرنے والے کیا جانیں، لیکن محبوب حقیقی کے سامنے اپنے اس جوش محبت کو روک لیا۔ اور شاہی حکم کو نہیں توڑا، حکم ہوا کہ ان کا گلا کاٹ ڈالو، بلا چوں چرا تسلیم کر لیا کہ بہت بہتر، اور دل اندر سے پگھلا جاتا ہے لیکن حکم کو خوشی خوشی بجالاتے ہیں۔

ہمارے استاد حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ نے ایک گائے کا بچہ قربانی کے

لئے پالا تھا اس کی بڑی خدمت کی جاتی تھی اور خود اس کو جنگل میں لے جا کر اس کے ساتھ دوڑتے تھے غرض اس سے بہت ہی محبت تھی اور بہت تندرست تھی، جس روز اس کو ذبح کیا ہے تو میں نے سنا تھا کہ مولانا کے آنسو جاری تھے اور گھر بھر کو رنج ہوا۔

دیکھو اگر مسلمانوں کے اندر رحم اور محبت نہیں تو یہ رونا اور آنسو بہانا کیوں تھا لیکن چونکہ اس سے زیادہ محبت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے، اس لئے اس کے حکم کے سامنے سارے طبعی تقاضے ہیچ ہو جاتے ہیں[1]

قربانی کرنا عقل کے خلاف نہیں رحم کے خلاف کہہ سکتے ہو

طبیعت اور رحم کے خلاف حکم ماننا بہت بڑا مجاہدہ ہے

بعض معترضین کہتے ہیں کہ (قربانی کرنا اور جانور) ذبح کرنا عقل کے خلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ذبح کرنا عقل کے خلاف ہے تو جانوروں کو مارنا پیٹنا بھی عقل کے خلاف ہے بلکہ یہ تو ساری عمر سسکا سسکا کر مارنا ہے، ذبح میں تو ایک ساتھ کام تمام کر دیا جاتا ہے، دم کے دم میں جان نکل جاتی ہے اس میں ذرا سی دیر تکلیف ہے جو ہوئی اور گزر گئی، اور سچ تو یہ ہے کہ نہ یہ (ذبح کرنا) عقل کے خلاف ہے اور نہ وہ (یعنی مارنا) ہم تو تحقیق کے تابع ہیں، ہم ان کی طرف سے بھی کہتے ہیں کہ جانورں کو مارنا عقل کے خلاف نہیں اور اپنی طرف سے بھی کہتے ہیں کہ ذبح عقل کے خلاف نہیں۔

خلاف عقل کی تعریف

اور حقیقت یہ ہے کہ خلاف عقل وہ ہوتا ہے جس میں کوئی محال لازم آئے وہ

[1] الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۱۵۳، ۱۵۴

خلاف عقل ہے، جیسے خدا کا دو ہونا، اجتماع ضدین کا واقع ہونا، دَور وتسلسل کا صادق آنا، تو ذبح کرنے میں یا مارنے کوٹنے میں کون سی بات عقل کے خلاف محال ہونے کی لازم آئی جو بات خلاف عقل ہوتی ہے وہ تو واقع ہی نہیں ہوئی۔

معترضین ایسے بے عقل ہیں کہ غیر ممتنع الوقوع (یعنی جن کا واقع ہونا محال ہے) اس کو عقل کے خلاف کہتے ہیں ،ذبح تو واقع ہوتا ہے (یعنی ذبح کرنے سے ذبح ہوجاتا ہے تو) وہ عقل کے خلاف کیسے ہوا، بلکہ ان کا یہ کہنا خود ان کی اصطلاح کے مطابق خلافِ عقل ہے، بات یہ ہے کہ یہ لوگ علوم عقلیہ پڑھتے نہیں جو چیز ترحم طبعی کے خلاف ہے، (یعنی طبعاً رحم کے خلاف ہے) اسے عقل کے خلاف کہتے ہیں (جانور ذبح کرنے) کو ترحم طبعی کے خلاف کہو تو البتہ ہم مانتے ہیں کہ واقعی ذبح رحم کے خلاف ہے۔لیکن اے صاحبو یہی تو بڑی عبدیت ہے کہ (قربانی کرنا) گو رحم کے خلاف ہے،لیکن طبیعت اور نفس کے خلاف اپنے مالک کے حکم کی بجا آوری کے لئے دل پر پتھر رکھ کر کرتے ہیں۔

جلاد کا بیٹا کسی جرم میں پکڑا گیا، ذرا غور کر کے دیکھئے اور بتلایئے کہ اگر بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ ایک درجن بید لگاؤ اس وقت باپ سے پوچھئے کہ دل کی کیا حالت ہوگی ،مگر اس کے ساتھ ہی یہ سوال ہے کہ سرکار کی خیر خواہی اور جاں نثاری کس میں ہے،آیا جانثاری یہ ہے کہ جلاد یہ کہہ دے کہ مجھ سے نہیں ہوسکتا، یہ آپ کی نوکری رکھی ہے یا یہ ہے کہ بادل نخواستہ سرسر بید لگا رہا ہے، دل اندر سے لوٹ پوٹ ہو رہا ہے لیکن حکم کی تعمیل کئے جا رہا ہے ایمان سے بتاؤ یہ ہے جانثاری اور خیر خواہی یا وہ ؟ اگر حاکم کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ اس کا بیٹا تھا اور اس سے محبت ہونے کے باوجود پھر بھی اس نے میرا حکم بلا چوں وچرا مانا تو اس کی نظر میں اس شخص کی کتنی قدر ہوگی۔

آج کل جنگ میں جان دینے بہت لوگ جا رہے ہیں انکی تعریف کی جاتی ہے کہ سرکار کے بڑے خیر خواہ ہیں، جاں نثار ہیں یہ کیوں؟ حالانکہ آپ کے بقول جان دینا

عقل کے خلاف ہے۔

معترض کہتے ہیں کہ مسلمان بڑے قصائی ہیں اس کے مختلف جواب دیئے جاتے ہیں لیکن اصل جواب یہ ہے کہ معترض کیا جانے کہ ہم پر کیا گزرتی ہے جب چھری پھیرتے ہیں، ہم سے قسم لے لو جس وقت گائے کٹتی ہے ہمارا دل نکالا جاتا ہے لیکن دل پر پتھر رکھ کر یہ حکم معلوم کر کے قربانی کرتے ہیں، رحم تو ہے مگر حکم خداوندی کے آگے رحم پر عمل نہیں، بلکہ حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ ہے پوری عبدیت (اور بندگی) اسی کی توفیق ہے کہ اتنے بڑے عمل پر قادر ہو گئے، اسی کو فرماتے ہیں "لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ" اللہ تعالیٰ کی اس بات پر بڑائی بیان کرو کہ اس نے قربانی کرنے کی توفیق دی۔[1]

قربانی اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ ہے کیونکہ قربانی کرنے سے ہمارا دل دکھتا ہے

قربانی کو دیکھ کر بعض مخالف قوموں کا یہ کہنا ہے کہ مسلمان بے رحم ہیں۔ یہ ان کی سخت غلطی ہے اس لئے کہ رحم ایک وجدانی کیفیت ہے ہر ایک شخص کو اپنی کیفیت معلوم ہے، دوسرے کی کیفیت ہرگز نہیں معلوم ہو سکتی، مسلمانوں کے رحم دل ہونے کی یہ کھلی ہوئی دلیل ہے کہ ہر مسلمان باوجودیکہ قربانی کرتے ہیں مگر پھر بھی ان کے دل میں اس قدر رحم ہے کہ وہ کسی جانور کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ واللہ مسلمان تو عین ذبح کرتے ہوئے بھی جانور پر رحم کرتے ہیں اور ذبح کی حالت میں دیکھ کر ان کا دل پگھل جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی نے ایک دفعہ ایک گائے کی قربانی کی تھی جس کی قیمت (اس زمانہ میں) اسی ۸۰؍روپئے تک قصائی دیتے تھے مگر مولانا نے نہیں دی اور قربانی کر دی، لیکن حالت یہ سنی گئی تھی کہ مولانا روتے جاتے تھے اور قربانی

---

[1] روح الارواح سنت ابراہیم ص ۴۷۲

کرتے جاتے تھے، دیکھئے یہ کتنا بڑا مسلمانوں کا مجاہدہ ہے کہ دل پانی پانی ہوتا ہے اور پھر بھی قربانی کرتے ہیں، واللہ یہی نفس کی قربانی ہے کہ نفس کے خلاف کام ہو یہ مسلمان ہی کا دل ہے کہ نفس کی خواہشوں پر خاک ڈالتا ہے اور باوجودیکہ رحم سے پانی پانی ہوتا ہے پھر بھی قربانی کرتا ہے، واللہ یہ اعلیٰ درجہ کا مجاہدہ ہے۔[1]

سچے مسلمانوں کی شان

جانور تو جانور اس کی تو کچھ حقیقت ہی نہیں حق تعالیٰ کی محبت میں مسلمان اپنی اولاد کی جان کو بھی قربان کر دیتا ہے، ایک بوڑھی عورت کے دو بیٹے تھے لڑائی میں دونوں کو بھیج دیا اور خوش تھی کہ اللہ کی راہ میں جان دیں گے ۔ایک ان میں سے بچ کر آ گیا تو یہ کہا کہ میں تو خوش تھی کہ یہ بھی کام آ جاتا، جب مسلمان اپنی اولاد کے قربان کرنے پر آمادہ ہیں تو کیا اولاد پر بھی رحم نہیں؟ رحم تو سب سے زیادہ ہے لیکن حق تعالیٰ کے مقابلہ میں وہ کسی کو نہیں سمجھتے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتے ، بڑی خوشی سے جان دیتے ہیں ، بہت سے مسلمانوں کو خاص کر طاعون میں دیکھا ہے کہ بہت خوشی خوشی دنیا سے رخصت ہوئے ، بخلاف کافر کے ، دیکھا تو نہیں لیکن سنا ہے کہ کافر کو موت کے وقت بڑی وحشت ہوتی ہے۔ اور مسلمان ہنسی خوشی جاتے ہیں۔ اور کیوں نہ جائیں جبکہ ان کو اپنے مولیٰ سے اس قدر محبت ہے تو اپنے محبوب سے تو ہر شخص ملنا چاہتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ''مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ'' یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو چاہے اللہ تعالیٰ اس سے ملنا چاہے گا، موت واللہ بڑی بھاری نعمت ہے۔ اور جو کچھ گھبراہٹ اور وحشت طبعی طور پر موت سے ہوتی ہے وہ عین وقت پر کچھ نہیں ہوتی، چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث سنائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے

---

[1] سنت ابراہیم ص ۶۰

ہر ایک موت کو ناپسند کرتا ہے تو حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا، اے عائشہ یہ اُس وقت نہیں موت کے وقت ہے، یعنی موت کے وقت خوش ہو جاتا ہے، تسلی دی جاتی ہے، تو کیا اپنی جان سے مسلمانوں کو محبت نہیں؟ لیکن اس محبوب حقیقی سے ایسی محبت ہے کہ اس کے سامنے سب محبتیں ہیچ ہیں۔

ایسے ہی جانور سے بھی محبت ہے اور اندر سے دل کڑھتا ہے لیکن عقل اور دین کا تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ اس پر وہ غالب آجاتا ہے، دیکھو اگر نوکر کو ہم کسی بات کا حکم دیں اور وہ اس میں اپنی عقل کو دخل دے اور چوں چرا کرے تو کس قدر نا گوار ہوتا ہے، اور اس کو نافرمان اور عاصی قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ نوکر کا تعلق بہت ہی ضعیف ہے۔ جب اس ضعیف تعلق پر یہ کیفیت ہے تو خدا تعالیٰ سے تو بندہ کا تعلق بہت بڑا ہے، اس نے جب حکم دیا تو اسکے حکم کے سامنے تو یہ حالت ہونا چاہئے کہ ؎

ہمچو اسماعیل پیشش سر بنہ　　شاد وخنداں پیش تیغش جاں بدہ

اسمٰعیل کی طرح اس کے سامنے سر رکھ دے اور اس کی تلوار کے سامنے ہنستے ہوئے جان دے دے۔[1]

قربانی کے جانور کو ذبح کرنے میں اسے تکلیف نہیں ہوتی

جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے اتنی تکلیف نہیں ہوتی جتنا غم کیا جاتا ہے یعنی طبعی موت سے زیادہ نہیں ہوتی بلکہ کم ہوتی ہے یہ تو حکم طبعی ہے اور ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اتنی کم ہوتی ہو کہ مثل نہ ہونے کے ہو کیونکہ عاشق کے لئے بڑی خوش نصیبی ہے کہ محبوب کے سامنے گردن جھکے اور اسکے نام پر قربان ہو جائے اور خدا تعالیٰ سے محبت ہر چیز کو ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ محبوبان خدا سے ہر شئی کو محبت ہوتی ہے ان مقدمات پر نظر کرتے

---

[1] الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۱۵۶، ۱۵۷

ہوئے یہ کہا جائے گا کہ صبح کے وقت قربانی کے جانور کا یہ حال ہوگا ؎

سر بوقت صبح کے اپنا اس کے زیر پایہ ہے
کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

جس وقت جانور کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے نام پر ذبح ہوتا ہوں تو خوشی میں مست ہوجاتا ہے، یہی نکتہ ہے اس میں کہ بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے کہ اس سے جانور مست ہوجاتا ہے اور کچھ تکلیف نہیں ہوتی چنانچہ اس کی ایک نظیر بھی ہے کہ شہداء کو خدا کے نام پر سر کٹانے کی خاص خوشی ہوتی ہے اور ان کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی، البتہ جانور اپنی مستی کو بے زباں ہونے کی وجہ سے ظاہر نہیں کرسکتا مگر شہداء کی مستی تو ظاہر بھی ہوجاتی ہے ۔لوگوں کے سامنے سینہ سپر ہونا اور بے تحاشاہ معرکہ (میدان جنگ) میں گھس جانا ہر شخص کو نظر آتا ہے، یہ تو شہادت کے مبادی ہیں جن میں مجاہدہ کی لذت ظاہر ہوتی ہے۔

باقی خود شہادت کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہید کو قتل ہونے پر ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے کہ ایک چیونٹی نے کاٹا ہو، پس اسی طرح جانوروں کو بھی ذبح سے تکلیف نہیں ہوتی بلکہ چونکہ ان کی آرزو ہے کہ ہم اللہ کے نام پر قربان ہوں اس وجہ سے ان کی قربانی کرکے ان کو راحت پہنچائی جاتی ہے، پس وہ شخص جاہل ہے جو بے رحمی کے خیال کی وجہ سے قربانی چھوڑتا ہے۔[1]

قربانی کرنا اللہ کا حکم ہے اللہ سے زیادہ رحیم مت بنو

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ ہر شئی میں اعتدال کا درجہ مطلوب ہوتا ہے، اعتدال کی حد میں جب تک کوئی شئی رہتی ہے ٹھیک اور درست رہتی ہے اور جہاں حد اعتدال سے نکلی فوراً خراب اور مضر ہوجاتی ہے، اسی قیاس پر سمجھنا چاہئے کہ رحم بھی اگر حد اعتدال میں

[1] سنت ابراہیمؑ ص ۵۸

رہے تو ٹھیک اور درست ہوگا ورنہ مضر ہوگا، دیکھو اگر ہر جگہ رحم کیا جائے جیسا کہ ہنود (غیر مسلم ہندو) دعویٰ کرتے ہیں تو اعتدال نہ رہے گا۔افراط (ظلم زیادتی) ہوگا، جیسے بعض لوگ سانپ بچھو کو بھی نہیں مار سکتے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اشرف مخلوق یعنی انسان پر تو ظلم ہوگا اور دوسری اشیاء پر جو ارذل مخلوق ہیں یعنی سانپ بچھو وغیرہ ان پر رحم ہوگا جو بالکل عقل ونقل کے خلاف ہے۔

قربانی کو (ظلم اور) بے رحمی کہنے کے معنی تو یہ ہیں کہ خدا تو رحیم نہیں اور حضرت انسان ایسے رحیم ہیں کہ اس نے قربانی کو بالکل خلاف رحم سمجھا تو گویا حضرت انسان صفت رحیمی میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ٹھہرے،نعوذ باللہ من ذلک۔

اللہ تعالیٰ کے برابر جانوروں پر تو کیا دشمنوں پر بھی کوئی رحم نہیں کرسکتا، ان کی صفت رحیمی کو دیکھئے کہ ایک بار حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ چالیس برس تک مٹی کے برتن بناؤ چنانچہ حسب الحکم چالیس برس تک انہوں نے مٹی کے برتن بنائے پھر حکم ہوا کہ سب کو توڑ ڈالو انہوں نے حسب الحکم سب توڑ ڈالے،لیکن قلق (بہت رنج) ہوا کہ افسوس میں نے ان برتنوں کو بنا کر ایک بار دیکھا بھی نہیں۔ ارشاد ہوا اے نوح دیکھو اپنی بنائی ہوئی چیز کا تم کو کس قدر قلق ہوا، اب سوچو کہ ہم نے تمہارے کہنے سے اپنی بنائی ہوئی مخلوق کو اک دم غرق کر دیا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے جب جانور بنائے اور ان کے حقوق ثابت کئے اور ان پر رحم کرنے کی بھی تاکید فرمائی اور پھر بھی قربانی کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ قربانی خلاف رحم نہیں اگر قربانی خلاف رحم ہوتی تو اللہ تعالیٰ جو سب سے زیادہ رحیم ہے وہ کیوں اس کا حکم فرماتے مگر جب اللہ تعالیٰ نے قربانی کا حکم فرمایا تو اب اسکو بے رحمی کہنا گویا معاذ اللہ خدا کو بے رحم کہنا ہے۔

علاوہ ازیں سب سے آخری بات یہ ہے کہ ہم کو تو خدا اور رسول کے حکم کی اتباع کرنا

ہے اور کسی جرح وقدح (اوراعتراض) سے کیا مطلب باقی میں نے جو مخالفین کے شبہات کا کچھ جواب دے دیا ہے یہ محض تبرع (احسان) ہے کیونکہ بعض ناواقف مسلمان ان سے متاثر ہوجاتے ہیں اور یہ ان کی اسلامی قوت کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے، ورنہ اگر جاہل مسلمان بھی پکا مسلمان ہوتو قیامت تک کسی فلسفی کے باپ سے بھی متاثر نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کو حضور ﷺ سے محبت ہوتی ہے اس کے پاس تمام اعتراضوں کا ایک جواب یہ ہوتا ہے کہ احمق ابھی تو حضور ﷺ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ اپنے جانور ذبح کرو، بخدا اگر حضور ﷺ ہمیں یہ حکم دیتے کہ اپنی اولاد اور بیبیوں کو ذبح کر دوتو ہمیں اس سے بھی دریغ نہ ہوتا۔[۱]

احکام خداوندی میں چوں چراں کے پیچھے مت پڑو

اس موقع پر ایک حکایت یاد آئی مجھ سے ایک صاحب نے پوچھا کہ طاعون سے بھاگنا کیوں ناجائز ہے؟ حالانکہ وہاں رہنا عقل کے خلاف ہے، میں نے کہا کہ لڑائی سے بھاگنا کیوں جرم ہے؟ حالانکہ وہاں طاعون سے بھی زیادہ ہلاکت کا خوف ہے یہاں تو موت میں رہنا خلاف عقل اور وہاں عقل کے خلاف نہیں وہ سمجھ گئے میں نے کہا کہ بادشاہ تیس روپئے تنخواہ دے کر جان کا مالک ہوجائے اور حق تعالیٰ جان کو پیدا کر کے بھی جان کا مالک نہ ہو اور اس میں تصرف اور اپنے قانون کو نافذ نہ کر سکے؟ وہ صاحب یہ جواب سن کر کھل گئے ۔یہ شاندار مولویوں کے جواب نہیں ہیں خاکسار غریبوں کے جواب ہیں، سچی بات سیدھی سادی قناعت (اوراطمینان) دلانے والی ہوتی ہے، پس (احکام خداوندی) میں حکمتوں کی تفتیش کے درپے مت ہو صرف یہ دیکھو کہ آیا یہ خدا کا حکم ہے یانہیں ،بس یہ معلوم کرلیا اوراطمینان ہوگیا چنانچہ جس طرح جلاد کو حکم ہے کہ بید مارو ہمیں یہ حکم ہے کہ قربانی کرو، اسی طرح تمام احکام میں اس بات کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ یہ خدا کا حکم ہے،

---

[۱] سنت ابرہیمؑ ص ۶۱

پھر حکمتیں مت پوچھو اور نہ بتلاؤ، کہ اس کا انجام خطرناک ہے، کیونکہ سور کے حرام ہونے کی اگر یہ حکمت بیان کی کہ وہ بے حیا ہوتا ہے اور اس کے بعد ایک شخص نے اس کا حیادار ہونا ثابت کر دیا جیسا کہ ایک شخص نے اس کا دعویٰ کیا ہے پس اگر کسی فلسفی مسلمان کا عقیدہ یہی ہو کہ سور اس لئے حرام ہوتا ہے کہ وہ بے حیا ہوتا ہے تو جب اس کے نزدیک وہ حیادار ثابت ہو جائے گا اسی روز پھر وہی شبہ موجود، یہ بڑا خطرناک طرز ہے خدا کے لئے اس طرز کو چھوڑ و اور غیر منصوص حکمتیں جتنی بیان کی جاتی ہیں وہ اکثر اٹکل (محض خیالی) ہوتی ہیں۔ اگر ہم نے شریعت کو انہیں پر مبنی سمجھ لیا تو اگر کبھی پچاس برس کے بعد ایسے عقلاء پیدا ہوئے جنہوں نے ان کی نفی کر دی تو جب بناء منہدم ہوگئی مبنیٰ بھی منہدم ہو جائے گا۔ ہم ایسی حکمتیں نکال کر شریعت کی بنیاد ریت پر کھڑی کر رہے ہیں جہاں ایک سیلاب آیا سب رخصت، بس یوں کہو کہ سور حرام ہے اس لئے کہ خدا کا حکم ہے، قیامت آجائے تو بھی اس کو کوئی نہیں توڑ سکتا ہے، جس طرح کوئی سرکاری آدمی سے پوچھے کہ موروثی (زمین) کا کیا حکم ہے، یا یہ پوچھے کہ تولہ بھر تک ٹکٹ لگا لینے سے بیرنگ نہیں ہوتا، دو تولہ کا بیرنگ ہو جاتا ہے، (اس کی کیا وجہ ہے) اس پر یہی کہے گا کہ واضعانِ قانون، (یعنی قانون بنانے والے) جانیں ضابطہ یوں نہیں ہے۔

اے مسلمانو! سیدھا یہی جواب ہے کہ ہم واضع قانون نہیں ہم سے کیوں پوچھتے ہو یہ خدا سے پوچھئے۔[1]

---

[1] روح الارواح، ص ۴۷۴ ملحقہ سنت ابراہیم

عقل اور تجربہ کا فرق

اہل باطل کے اعتراضات نا قابل اعتبار ہیں

اہل باطل معترضین کے اعتراضات خود (قربانی کی) حقانیت کی دلیل ہیں۔ کیونکہ بے وقوف جس بات پر اعتراض کریں وہ عین حق ہوتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ معترضین بے وقوف تو نہیں بلکہ (پڑھے لکھے) فلاسفر اور مہذب قوم، اور لیڈر سمجھے جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ بے وقوفی نہیں کہ اپنے مالک کو بندہ بھول جائے، جس کو اتنی فکر نہ ہو کہ میرا مالک کس بات سے خوش ہوگا اور کون سی بات سے ناخوش ، وہ خواہ عقل میں ارسطاطالیس ہو لیکن وہ بے وقوف ہی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ کسی فن میں اس کو تجربہ ہو جائے اس کو عقل نہ کہیں گے مثلاً کپڑا بننا آ گیا یا یہ کہ زخموں کے کاٹ تراش (آپریشن کرنے) میں کمال پیدا کر لیا اس سے عقلمند نہیں ہوسکتا، عقل اور شئی ہے تجربہ دوسری شئی، صنعتوں میں کمال پیدا کر لینے والے کو تجربہ کار کہیں گے مگر عاقل ہونا اس کا ضروری نہیں، خدا تعالیٰ سے جو شخص جس قدر دور ہے اسی قدر اس کی عقل بھی منسوخ ہے، پس ایسا شخص جس شئی کو زیادہ برا سمجھے گا وہی شئی زیادہ اچھی ہوگی، آج کل بڑا عاقل وہ سمجھا جاتا ہے جو بڑالسّان (یعنی بہت بولنے والا) ہو اور ہر دعویٰ پر اپنے گمان کے مطابق عقلی دلیل رکھتا ہو گو وہ دلیل بالکل لچر (کمزور) اور غیر مقبول ہو۔[1]

بے عقلوں کی عقلی دلیل

اس پر مجھ کو دو حکایتیں یاد آئیں ا ایک شخص تھا وہ پاگل پن میں پاخانہ کھایا کرتا تھا

---

[1] الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۱۴۶

اگر اس سے کوئی کچھ کہتا تو جواب دیتا تھا کہ اسمیں کیا برائی ہے یہ میرے ہی اندر سے تو نکلا ہے اگر پھر میرے ہی اندر چلا جائے تو کیا حرج ہے، تو دیکھو عقلی دلیل یہ بھی تو ہے مگر مردود ہے۔

ایک اور شخص تھا وہ پاگل پن میں اپنی ماں سے برا کام کرتا تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ میں جبکہ سب کا سب (یعنی میرا پورا جسم) اس میں تھا تو اگر میرا جزء (میرے بدن کا ایک حصہ) اس کے اندر چلا جائے تو کیا حرج ہے۔ پس ایسے ہی دلائل آج کل عقل پرستوں اور تہذیب یافتہ قوم کے ہیں۔

میں مقسم کہتا ہوں کہ اہل باطل کے پاس کسی مدعا پر کوئی صحیح دلیل نہیں، اہل باطل کبھی عاقل ہو ہی نہیں سکتے، میں اکثر یہی کہا کرتا ہوں کہ وہ جس بات کو ناپسند کریں گے وہ پسندیدہ ہوگی اور جس کو پسند کریں گے وہ ناپسند ہوگی۔[1]

اگر قربانی کی حکمتیں اور مصلحتیں سمجھ میں نہ آئیں

اگر قربانی کی حکمتیں کسی طرح سمجھ میں نہ آئیں تو اس طرح سمجھ لو کہ بعض دواؤں میں خصوصی تاثیر ہوتی ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ نصوص سے ثابت ہو گیا ہے کہ اعمال صالحہ میں بھی تاثیر ہوتی ہے، ہم کو حضور ﷺ کے فرمانے سے معلوم ہوا ہے کہ قربانی ہمارے لئے نافع ہے، اس میں یہ تاثیر اور خصوصیت پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ اور علت ہم کو نہیں معلوم۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طبیب اگر کہہ دے کہ فلاں دوا میں یہ خاصہ ہے تو اس کے کہنے پر تو ایسا یقین رکھتا ہے کہ اس میں شبہ ہی نہیں ہوتا، اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ اگر کسی فعل کا خاصہ بیان فرما دیں تو اس میں تجھ کو شبہ ہوتا ہے۔[2]

---

[1] الضحایا، ص ۱۴۶ [2] ترغیب الاضحیہ ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۱۲۹

قربانی کرنا احکم الحاکمین رب العالمین کا قانون ہے جس کا ماننا ضروری ہے عقل میں آئے یا نہ آئے

اسلام کے اصول (یعنی توحید ورسالت وغیرہ) عقلی ہیں۔ باقی فروع کا عقلی ہونا ضروری نہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ جارج بادشاہ کا بادشاہ ہونا عقلی طور پر ثابت کیا جائے گا، باغی شخص کو مباحثہ سے سمجھایا جائیگا۔ پھر جب اس کو صاحب سلطنت مان لیا پھر ہر حکم میں حکمتیں تلاش کرنا بغاوت کا شعبہ ہے، اگر کسی کو چوری میں سزا دی گئی اور اس نے کہنا شروع کیا کہ فوج داری کی دفعہ سرقہ (یعنی چوری کی سزا) میری سمجھ میں نہیں آئی، آیا دس روپئے کی چوری بھی کوئی جرم ہے؟ تو کیا جج اس کو علت سمجھ کر سزا دے گا؟ یا یوں کہہ دے گا کہ بادشاہ وقت کا یہی قانون ہے اگر ضد کرے گا تو ڈانٹ دے گا کہ بکواس مت کرو اور۔۔۔تو ہین عدالت کی بھی سزا بڑھا دے گا اور کہہ دے گا کہ ہم جڑ کی بات سمجھا چکے کہ بادشاہ وقت کا یہی قانون ہے۔ اسی طرح توحید ورسالت عقلی طور پر سمجھ لو پھر ''قَالَ اللّٰہُ قَالَ الرَّسُوْلُ'' کافی ہے، نصرانی، آریہ، یہودی، (ہندو) جو کوئی پوچھے یہی جواب ہے کہ خدا کا حکم ہے، قرآن میں ہے، قرآن کا اللہ تعالیٰ کا کلام ہونا دلیل عقلی سے ثابت کر دیں گے بس سنار کی کھٹ کھٹ اور لوہار کی ایک میں ساری شریعت کی حفاظت کا سامان بتلا رہا ہوں ورنہ اگر حکمتیں بتلانے پر آئے تو آخر کہیں تو عاجز ہو گے مثلاً پوچھا گیا کہ نماز کیوں فرض ہوئی؟ کہا کہ عبدیت کا اظہار ہے، پانچ وقت کیوں مقرر ہوئے؟ تا کہ پابندی میں سہولت ہو یہاں تک چلتا رہا۔ رکعتیں کیوں مختلف تعداد میں مقرر کی گئیں، ظہر میں چار فجر میں دو مغرب اور وتر میں تین کیوں مقرر ہوئیں؟ پس یہاں آ کر تھک گئے جو یہاں آ کر کھو گے وہ پہلے ہی کیوں نہ کہہ دو جس راہ پر دو کوس چل کر بالآخر آنا ہے اسے ابھی سے کیوں نہ اختیار کرو، خواہ مخواہ اتنا تعب کیوں اپنے سر لیا۔[1]

---

[1] روح الارواح، ص ۴۷۵

مذہب اسلام کے آسمان سے نازل ہونے کی ایک عقلی دلیل

میرے مذہب سے ایک آریہ نے کہا کہ ہمارے مذہب میں یہ خوبی ہے کہ اس کی ہر تعلیم عقل کے موافق ہے اور تمہارے یہاں یہ بات نہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا مذہب صحیح ہے۔ بھائی نے کہا یہی دلیل ہے اس بات کی کہ ہمارا مذہب سماوی ہے (یعنی آسمان سے اترا ہے) اور تمہارا ارضی۔ دیکھو بہت سی باتیں اپنے خانگی انتظام کے متعلق ایسی ہوتی ہیں کہ ہم تم تو سمجھتے ہیں مگر ہمارے نوکر نہیں سمجھتے، اس واسطے کہ ہماری عقل انکی عقل سے بالاتر ہے، اسی طرح خدائی احکام کی یہی علامت ہے کہ کہیں ہماری سمجھ میں آئے اور کہیں نہ سمجھ میں آئے، اور جب تمہاری سب مذہبی تعلیمات عقل کے موافق ہیں تو معلوم ہوا کہ تمہیں جیسوں نے اس کو اپنی عقل وذہانت سے گڑھ لیا ہے، آسمانی نہیں ہے، واقعی خوب (عقلی) لطیفہ ہے۔[1]

قربانی کرنا حضرت آدمؑ کے زمانہ سے تمام امتوں میں جاری رہا

سوال ۶۳۳: گائے بھینس وغیرہ کا ذبح کرنا کب سے جاری ہوا ہے، اس معاملہ میں آیت قرآن مجید وحدیث شریف جو ہو مطلع فرمادیں۔

الجواب : جب سے حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے جب ہی سے ان جانوروں کا ذبح کرنا بحکم الٰہی جاری ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹوں ہابیل وقابیل کا قصہ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ ہابیل نے قربانی کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوئی، ان کی قربانی کا وہ جانور یا اونٹ تھا یا مینڈھا، علی اختلاف روایات التفسیر قال اللہ تعالیٰ ''إذ قَرَّبَا قُربَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الآخَر'' اور جب سے اب تک سب امتوں میں ان جانوروں کا ذبح کرنا جاری ومشروع رہا، ''قال اللّٰہ تعالیٰ لبنی إسرائیل ''إنَّ اللّٰهَ يَأمُرُكُم أَن تَذبَحُوا بَقَرَةً''[2]

---

[1] روح الارواح، ص ۲۹۶، ملحقہ سنت ابراہیم [2] امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۶۴

باب ۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگوں کے نام قربانی کرانا

حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دنبہ کی اپنی طرف سے قربانی فرمائی اور دوسرے دنبہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ قربانی اسکی طرف سے ہے جو میری امت میں سے مجھ پر ایمان لایا، اور جس نے میری تصدیق کی۔ (موصلی وکبیر، واسط)

فائدہ:- حضور ﷺ کا مطلب اپنی امت کو ثواب میں شامل کرنا تھا یہ مطلب نہیں کہ یہ قربانی سب کی طرف سے اس طرح ہوگئی کہ اب کسی کے ذمہ قربانی واجب نہیں ہے۔

فائدہ:- غور کرنے کی بات ہے کہ جب حضور ﷺ نے قربانی میں امت کو یاد رکھا تو افسوس ہے کہ امتی حضور ﷺ کو یاد نہ رکھیں، اور ایک حصہ بھی آپ کی طرف سے نہ کیا کریں۔

حنش سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ دو دنبے قربانی کئے اور فرمایا ان میں ایک میری طرف سے ہے اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے، میں نے ان سے ان کے متعلق گفتگو کی انہوں نے فرمایا کہ حضور نے مجھ کو اس کا حکم دیا ہے، میں اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔[۱]

فائدہ : رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کیا کرو تو اچھا ہے اس سے محبت بڑھتی ہے۔[۲]

مردوں کی طرف سے قربانی

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ میت کی طرف سے قربانی کریں یا نہیں اور اگر کریں تو کیوں اور کیسے؟ تو سنو! قربانی مردوں کی طرف سے بھی جائز ہے، ماں باپ پیر، استاد، حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے بھی کر سکتے ہیں (اور کرنا چاہئے) مگر ایک حصہ کئی مردوں

---

[۱] ابوداؤد، ترمذی، حیوۃ المسلمین، ص ۱۲۸ [۲] تعلیم الدین ص ۲۵۸

کی طرف سے درست نہیں۔
اور شاید کسی کو اس حدیث سے شبہ ہو کہ محمد ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ قربانی میں ساری امت کو یاد فرماتے تھے۔

کسی کی طرف سے قربانی کرنے اور قربانی کا ثواب پہنچانے کا فرق

اس حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھ جائے کہ آپ ﷺ نے ایک حصہ میں ساری امت کو شریک کیا لہٰذا ہمارے لئے بھی جائز ہے کہ ایک حصہ میں کئی آدمی شریک ہو جایا کریں۔
تو سنو! کچھ خبر بھی ہے کہ وہ کس کا حصہ تھا؟ وہ ایک حصہ لاکھوں کے برابر تھا، یہ تو عاشقانہ جواب ہے مگر اصل یہ ہے کہ آپ نے قربانی سب کی طرف سے نہیں کی تھی بلکہ اپنی طرف سے کر کے اس کا ثواب ساری امت کو بخش دیا، جیسے تم نفل قربانی صرف اپنی طرف سے کرو اور پھر اس کا ثواب کئی آدمیوں کو بخش دو یہ جائز ہے، باقی یہ شبہ نہ کیا جائے کہ آپ نے امت کو ثواب بخشا تو (پوری) امت اس وقت موجود کہاں تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کا یہ خیال کہ ثواب مردوں ہی کو پہنچتا ہے غلط ہے بلکہ زندوں اور آئندہ آنے والوں سب کو پہنچتا ہے۔[1]

میت کی طرف سے کی ہوئی قربانی کے گوشت کا حکم

اب یہ بات رہ گئی کہ جب مردوں کی طرف سے قربانی جائز ہے تو اسکے گوشت کو کیا جائے؟ اس میں تفصیل ہے۔ اگر مردہ یہ وصیت کر کے مرا ہے کہ میرے مال میں سے قربانی کر دینا مثلاً ذی قعدہ میں کوئی مرا، اور اس نے یہ وصیت کی تو اس کے قربانی کے

[1] تعظیم الشعائر، سنت ابراہیمؑ ص ۲۲۶

گوشت کو خیرات (صدقہ) کرنا واجب ہے، اور اگر اس کے مال سے نہیں کی خواہ وصیت کی ہو یا نہ کی ہو تو اس کے گوشت کا وہی حکم ہے جو اپنے مال سے قربانی کرنے کا حکم ہے۔[1]

مسئلہ : میت کی طرف سے قربانی دو طور پر ہے ایک یہ کہ میت اپنے ترکہ میں سے قربانی کی وصیت کر کے مرا اس قربانی کا تمام گوشت مسکینوں کو دینا واجب ہے، دوسرے یہ کہ کوئی شخص اپنے مال سے تبرعاً میت کی طرف سے قربانی کرے اس میں قربانی کرنے والے کو اختیار ہے جتنا چاہے کھائے، جتنا چاہے دے، خواہ سب خود کھالے۔[2]

اپنے بڑوں اور بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کرنا چاہئے

بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ وسعت (مالداری اور خوشحالی) کے باوجود ایک ہی جانور کی قربانی کرتے ہیں، اگر کسی کو وسعت (گنجائش) کافی ہو تو اس کو چاہئے گو واجب نہیں مگر آخر حقوق بھی کوئی چیز ہیں، اس بنا پر مناسب ہے کہ اپنے بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کرے۔

اور ایک قربانی حضور ﷺ کی طرف سے کرے، آپ کو امت کے ساتھ کیسی محبت تھی کہ آپ اپنی طرف سے تو قربانی کرتے ہی تھے ایک قربانی زیادہ کرتے تھے اور فرماتے کہ یہ ان لوگوں کی طرف سے کہ جو میری امت میں سے قربانی کی وسعت نہیں رکھتے اور ایک روایت میں ہے کہ عَ مُحَـ ـَّد وَاُمَّتِہٖ اور ایک روایت میں ہے ھٰذَا عَ آمـَ بِ ی ـدَ ـَّقَنِ[3]

دیکھئے حضور ﷺ کو ہمارے ساتھ کیسی محبت تھی حالانکہ ہم اس وقت موجود بھی نہ تھے مگر آپ کو ساری امت سے غائبانہ محبت تھی۔[4]

---

[1] تعظیم الشعائر، ص ۲۲۹ [2] امداد الفتاویٰ ص ۵۳۳ ج ۳ [3] جمع الفوائد [4] سنت ابراہیم ص ۶۳

قربانی کے نفل حصے بھی رشتہ داروں وغیرہ کی طرف سے کرنا چاہئے

بہتر یہ ہے کہ قربانی کے کچھ حصے نفل کے طور پر بھی کیا کرو، کانپور میں ہمارے مکرم خاں صاحب عبدالرحمن خاں صاحب کے یہاں ساٹھ ساٹھ ستر ستر جانور ذبح ہوتے تھے اور وہ تمام بزرگوں ورشتہ داروں کے نام حصے کرتے تھے کہ یہ باپ کا ہے یہ دادا کا ہے، اور جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی کرتے تھے حالانکہ ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے یہاں کبھی کبھی کھانے کا ناغہ بھی ہوجاتا تھا محبت بھی عجیب شئی ہے کہ وہ سب کچھ کرادیتی ہے، جولوگ قربانی کے اندر حیلہ کرتے ہیں (یا جانور خریدنے میں بڑی کفایت اور بخل کرتے ہیں) اگر ان کو آج بیٹے کی شادی پیش آجائے تو ابھی سیکڑوں روپئے اگل دیں گے۔[1]

سب سے زیادہ اس کے مستحق تو حضور ﷺ ہیں کیونکہ آپ کے احسانات بے شمار ہیں۔ پھر غضب ہے کہ حضور ﷺ کو بھول جائیں۔ اور آپ کی طرف سے قربانی نہ کریں۔ خصوصاً جبکہ حضور ﷺ نے ہمیں کسی موقع پر فراموش نہیں فرمایا یہاں تک کہ قربانی میں بھی یاد فرمایا تو اگر سال بھر میں چند روپئے آپ کی طرف سے قربانی کرنے میں صرف ہوگئے تو کون سی دشوار بات ہے۔[2]

ایک قربانی میں چند اموات کو شریک کرنا

سوال: اگر فوت شدہ عزیزوں یا اہل بیت یا خاص رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی کی جائے تو اس کا کیا طریقہ ہے، آیا مثل دیگر شرکاء ہر ایک شخص کی طرف سے ایک ایک حصہ ہونا چاہئے یا ایک حصہ ہی میں چند کو شریک کردے۔

الجواب: ایک ہی میں سب کو ثواب بخش سکتے ہیں۔

میں نے گذشتہ سال زبانی فتویٰ دیا تھا کہ جس طرح اپنی طرف سے قربانی کرنے

---

[1] الضحایا۔ ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۱۴۵ [2] تعظیم الشعائر ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۲۳۸

میں ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں، اسی طرح غیر کی طرف سے تبرّ عاً نفل قربانی کرنے میں خواہ زندہ کی طرف سے یا میت کی طرف سے ایک حصہ دو شخص کی طرف سے جائز نہیں۔مگر روایات سے اس کے خلاف ثابت ہوا اس لئے میں اس سے رجوع کر کے اب فتویٰ دیتا ہوں کہ جو قربانی دوسرے کی طرف سے تبرعاً کی جائے، تبرّ ع کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ میت نے اپنے مال سے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو اس صورت میں ایک حصہ ایک ہی کی طرف سے جائز ہے (اور تبرّ عاً یعنی بغیر وصیت کے ازخود اپنی طرف سے زندہ یا میت کو ثواب پہچانے کے لئے جو قربانی کی جاتی ہے) چونکہ وہ ملک ذابح (قربانی کرنے والے کی ملک) ہوتی ہے اور صرف اس سے دوسرے کو ثواب پہنچتا ہے اس لئے ایک حصہ کئی کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مسلم میں ہے کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے متعدد کو ثواب پہچانا جائز ہے بس یہ بھی ویسا ہی ہے۔**والروایات هذه .... الخ** اور اسی وقوع الذبح عن الذابح وحصول الثواب للغیر (یعنی ذبح تو قربانی کرنے والے کی طرف سے ہوگا صرف ثواب غیر کو ملے گا اس مسئلہ) کی فرع یہ ہے کہ اس **تضحية نافلة عن الحی تبرعاً** (یعنی کسی زندہ کی طرف سے نفل قربانی کرنے) میں اس زندہ کی اجازت کی ضرورت نہیں، میں اس میں بھی ضرورت بتلاتا تھا، اس سے بھی رجوع کرتا ہوں بخلاف زکوٰۃ، وصدقات واجبہ وتضحیۃ واجبہ (یعنی واجب قربانی) کے کہ اس میں اذن غیر کا شرط ہے۔[1]

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۷۴ ج ۳

باب

گائے کی قربانی ترک کرنے کا شرعی حکم

گائے کی قربانی کا روکنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بعض بھولے لوگوں کو اس میں لغزش ہوگئی وہ کہتے ہیں کہ قربانی واجب ہے خواہ بکری کی ہو یا گائے کی، پھر کیا ضرورت کہ (گائے کی قربانی کر کے باہم اختلاف کیا جائے) لہذا گائے کی قربانی چھوڑ دینا چاہئے، بکری کی کرلیا کریں، بظاہر تو یہ رائے بہت مناسب ہے، لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ بالکل لچر اور کمزور بات ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ گائے کی قربانی ترک کرنا دوسری قوم کے نزدیک مذہبی امر کی وجہ سے ہے یا ملکی مصلحت کی وجہ سے؟ تو واقع میں ان کے یہاں (یعنی گائے کی قربانی نہ کرنا) مذہب کا جزء ہے۔ پس اس وقت ہمارا ترک کرنا کفر کی رعایت کرنا ہے اس لئے ہرگز جائز نہیں ہے۔[1]

شرعی دلیل

حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ جو پہلے علماء یہود تھے اور اس (یہودی) مذہب میں ہفتہ (سنیچر) کا روز معظم تھا اور اونٹ کا گوشت حرام تھا، ان صاحبوں کو اسلام لانے کے بعد خیال ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ہفتہ کی تعظیم واجب تھی اور شریعت محمدیہ میں اس کی بے تعظیمی (و بے ادبی) واجب نہیں۔ اسی طرح شریعت موسویہ میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا، اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں، سو اگر ہم بدستور ہفتہ کی تعظیم کرتے رہیں اور اونٹ کا گوشت حلال عقیدہ رکھنے کے باوجود صرف عملاً ترک کردیں تو شریعت موسویہ کی بھی رعایت ہو جائے، اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہو، اور اس میں

---

[1] الضحایا، سنت ابراہیمؑ ص ۱۶۰

خداتعالیٰ کی زیادہ اطاعت اوردین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ اس خیال کی اصلاح اس آیت میں اہتمام سے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے اوراس کا کامل ہونا اس وقت ہوگا کہ جوامر اسلام میں قابل رعایت نہ ہواسکی رعایت دین ہونے کی نیت سے نہ کی جائے اورایسے امرکودین سمجھنا یہ ایک شیطانی لغزش ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً وَّلاَ تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْکُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (بقرہ رکوع ۹)

(ترجمہ تفسیر) اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو، یہ نہیں کہ کچھ کچھ یہودیت کی بھی رعایت کرو، اورایسے خیالات میں پڑ کر شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو، واقعی وہ تمہارا کھلا ہوادشمن ہے کہ ایسی پٹی پڑھا دیتا ہے کہ ظاہر میں تو سراسر دین معلوم ہواور حقیقت میں بالکل دین کے خلاف، پھر اگر تم بعد اس کے کہ تم کوواضح دلیلیں احکام، وشرائع اسلام کی پہنچ چکی ہیں پھر بھی صراط مستقیم (سیدھی راہ) سے لغزش کرنے لگوتو یقین کررکھو کہ حق تعالیٰ بڑے زبردست ہیں سخت سزادیں گے، گو چندے (کچھ دن تک) سزادنہ دیں تواس سے دھوکہ مت کھانا کیونکہ وہ حکمت والے بھی ہیں۔ کسی حکمت ومصلحت سے کبھی سزامیں دیر بھی کردیتے ہیں۔[1]

ہندو مسلم میں فساد کی بنیاد گائے کی قربانی نہیں ہے

مجھ کواپنے بعض بھائیوں سے شکایت ہے کہ بعض لوگ رائے دیتے ہیں کہ اگرقربانی چھوڑ دی جائے تو ہم وطنوں میں آپس میں اتحاد ہوجائے گا۔ بیشک اتحاد بہت اچھی شئی ہے، مگرکلام اس میں ہے کہ گاؤکشی چھوڑنے سے اتفاق ہوگا، یہ دیکھنا چاہئے کہ

[1] (بیان القرآن جلد ۱، ص ۱۱۸)

(ہندو مسلم میں) باہمی فساد کی بنیاد کیا ہے؟ اس کا انسداد کرنا چاہئے۔ فساد کی بنیاد گائے کی قربانی نہیں، یہ تو ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے، اگر جھگڑے کی بنیاد یہی (گائے کی قربانی) ہوتی تو ہمیشہ سے نااتفاقی ہوتی، حالانکہ پہلے ہندو اور مسلمان باہم شیر وشکر (اتحاد واتفاق سے رہتے) تھے چنانچہ پرانے خیال کے ہندو جواب بھی دیکھے جاتے ہیں ان میں جو بات ہے وہ نئے خیال والوں میں نہیں، تو غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سے تاریخ کی تعلیم ہوئی ہے۔ اس وقت سے یہ نااتفاقی کا زہر پھیلا ہے، اس لئے کہ اس سے پرانے خیالات اور پرانی عداوتیں تازہ ہوئیں، ان کی طبیعتوں میں جوش پیدا کر دیا اور گاؤکشی تو ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے ہندوؤں اور مسلمانوں میں اس قدر اتفاق تھا کہ شادی غمی کے موقع پر آپس میں لین دین تک ہوتا تھا، اور ہر ایک، ایک دوسرے کے کام آتا تھا، بظاہر کچھ بھی جھگڑا نہ تھا، باقی مذہبی اختلاف کے ہوتے ہوئے جو اصلی (وقلبی) اتفاق ہے وہ تو ہو ہی نہیں سکتا، لیکن ظاہری اتفاق تو تھا اب وہ ظاہری اتفاق بھی نہیں رہا، اسکی کیا وجہ ہے؟ واللہ اس کا راز بس یہی ہے کہ تاریخ پڑھی جاتی ہے، یہ تاریخ ایسا غضب کا جادو ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جو باہم ایک دوسرے پر جان دیتے تھے ایک بار کفار نے دیکھ کر حسد کیا اور چاہا کہ ان میں لڑائی کرادیں۔ انصار میں دو قبیلے تھے، اوس اور خزرج، ان میں زمانہ جاہلیت میں باہم چھیڑ چھاڑ رہتی تھی، چنانچہ یہود نے وہ اشعار پڑھ دیئے جو آپس میں انہوں نے ایک دوسرے کے مقابلہ میں پچھلے زمانہ میں کہے تھے، بس اشعار کا پڑھنا تھا کہ جوش آیا اور آپس میں وہ دو چار باتیں تیز تیز ہو کر تلواریں نکل آئیں، اور دونوں طرف صفیں آراستہ ہو گئیں، اور قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جائے، لیکن حضور ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے سب کو ٹھنڈا کیا۔ تاریخ وہ جادو ہے کہ ذرا سی دیر میں کچھ سے کچھ کر ڈالے اور جب سے آریئے پیدا ہوئے ہیں اس وقت سے اور بھی زیادہ انہوں نے عداوت کی آگ بھڑکا دی ہے۔[1]

---

[1] الضحایا ص ۱۵۹ سنت ابراہیم

قربانی اور گوشت خوری پر پابندی اور مسلمانوں کے لئے شرعی ہدایت

بعض ظالم لوگ قربانی پر اور خاص کر گائے کی قربانی پر مسلمانوں سے لڑائی کرتے ہیں اور کبھی عین قربانی کے وقت مسلمانوں پر چڑھ آتے ہیں اور قربانی جو کہ ان کا حق جائز بلکہ واجب ہے اس کے چھوڑنے پر مجبور کرتے ہیں جو سراسران کی زیادتی ہے۔

اور چوں کہ حدیثوں میں خاص گائے کا حلال ہونا اور اس کی قربانی کی فضیلت اور خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا گائے کی قربانی فرمانا مذکور ہے۔[1]

اس لئے مسلمان اس مذہبی دست درازی کو گوارہ نہیں کرتے، اور اپنی جان تک دے دیتے ہیں جس میں وہ بالکل بے قصور ہیں۔ سو اس کے متعلق مسئلہ سمجھ لینا چاہئے کہ جس طرح ایسی مضبوطی کرنا (ہمت دکھلانا) جائز ہے، اگر کہیں ایسی مضبوطی کرنا (جوان مردی دکھلانا) خلاف مصلحت ہو تو شریعت سے دوسری بات بھی جائز ہے، وہ یہ کہ اس وقت صبر کریں اور قربانی نہ کریں فوراً حکام کو اطلاع کر کے ان سے مدد لیں۔ اگر قربانی کی مدت میں یعنی بارہ تاریخ تک اس کا کافی انتظام کر دیا جائے تو قربانی کر لیں، اور اگر اس کے بعد انتظام ہو تو اگلے سال قربانی کریں اور اس سال قربانی کے حصہ کی قیمت محتاجوں کو دے دیں۔

اور اگر پہلے سے معلوم ہو جائے کہ جھگڑا ہوگا تو اس وقت وہ طریقہ اختیار کریں جو پہلے لکھا گیا جس کا مضمون یہ ہے کہ:

''اگر کسی مخالف کی طرف سے کوئی شورش (ہنگامہ، فتنہ) ظاہر ہو تو حکام کے ذریعہ سے اس کی مداخلت کرو، خواہ وہ خود انتظام کر دیں، خواہ تم کو انتظام کی اجازت دے دیں''۔

---

[1] مسلم شریف

اوراگر حکام ہی کی طرف سے ناگوار واقعہ پیش آئے تو تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کردو۔اگر پھر بھی حسب مرضی انتظام نہ ہوتو صبر کرو،اور عمل سے یا زبان سے یا قلم سے مقابلہ مت کرو،(کیونکہ حکومت سے مقابلہ کرنا حکومتوں کا کام ہے نہ کہ رعایا کا)اوراللہ سے دعاءکروکہ تمہاری مصیبت دور ہو۔

اوراگرکہیں ظالم لوگ چھوڑ دینے پر نہ مانیں، اورجان ہی لینے پرآمادہ ہوں تو مسلمانوں کومقابلہ پر مضبوط ہوجانا، ہرحال میں فرض ہے، گوکمزور ہی ہوں خلاصہ یہ کہ حتی الامکان فتنہ وفساد کوامن کے ساتھ دفع کریں۔اور جوکوئی اس پر بھی سر ہوجائے (یعنی باز نہ آئے)تو پھر مرتا، کیانہ کرتا۔[1]

ہندوؤں کوخوش کرنے یا اتحاد کی وجہ سے گائے کی قربانی ترک کرنا

سوال۶۵۳ : کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندوؤں کوخوش کرنے اوراتفاق پیدا کرنے کے خیال سے گائے کی قربانی یاروزمرہ کے لئے گائے کا ذبح بند کردینا کیسا ہے؟ ہندوستان کی حالت ملاحظہ فرماتے ہوئے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب : محض ہندوؤں سے اتفاق پیدا کرنے اوران کوخوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی کوموقوف کردینا اورہمیشہ کے لئے گائے کی قربانی کا گوشت چھوڑ دینا درست نہیں، اس لئے کہ گائے کا ذبح کرنا شعائر اسلام سے ہے،اور گائے کا ذبح نہ کرنا اوراس کے گوشت سے مذہبی حیثیت سے نفرت کرنا شعائر کفر سے ہے، اسلامی شعائر کوچھوڑ کر کفر کے شعائر کواختیار کرنا ،اوراس خیال سے خود ذبح کوچھوڑ دینا اورکسی کوترغیب نہ دینا بلکہ ترک کی

---

[1] حیوۃ المسلمین روح۱۸،ص۱۷۹

رغبت دلانا کہ مخالفین اسلام خوش رہیں ، یہ مداراۃ ناجائز اور مداہنۃ فی الدین ہے، ہماری شریعت مطہرہ نے ہرگز اس کی اجازت نہیں دی ہے۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ میں تصریح ہے کہ اللہ ورسول کو ناراض کر کے جب مسلمانوں کو راضی کرنا بھی موجب عقاب وعتاب ہے تو اللہ ورسول کو ناراض کر کے کافروں کو راضی کرنا تو کس طرح موجب عتاب نہ ہوگا اس امر کو معمولی نہ سمجھیں۔

دوسرے مذہب کی رعایت میں گوشت خوری ترک کرنا شریعت کی روشنی میں

فرمایا گوشت خوری وغیرہ میں بعض مسلمان کچھ کلام کرنے لگتے ہیں کہ یہ واجب یا شعائر اسلام میں سے تو ہے نہیں (پھر اس پر اتنا اصرار کیوں؟) مگر اس رائے کا مذموم ہونا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اونٹ کا گوشت ترک کرنا چاہا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ.

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو۔

تشریح:- حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ جو پہلے علماء یہود تھے اور اس مذہب میں اونٹ کا گوشت حرام تھا، ان صاحبوں کو اسلام کے بعد یہ خیال ہوا کہ شریعت موسویہ میں اونٹ کا گوشت کھانا حرام تھا اور شریعت محمدیہ میں اس کا کھانا فرض نہیں۔ سو اگر ہم بدستور اونٹ کا گوشت باوجود حلال اعتقاد رکھنے کے صرف عملاً ترک کر دیں تو شریعت موسویہ کی بھی رعایت ہو جائے اور شریعت محمدیہ کے بھی خلاف نہ ہو اور اس میں خدا تعالیٰ کی زیادہ اطاعت اور دین کی زیادہ رعایت معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس خیال کی اصلاح اہتمام

۱؎ امدادالفتاویٰ جلد۳ ص۵۹۵تا۵۷٦

سے فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کامل فرض ہے اوراس کا کامل ہونا جب ہے کہ جوامر اسلام میں قابل رعایت نہ ہو اسکی رعایت دین ہونے کی حیثیت سے نہ کی جائے اورایسے امر کو دین سمجھنا یہ ایک شیطانی (مکراور) لغزش ہے۔(بیان القرآن' جلدا' ص ۱۱۷)

اوراس مکر شدید کی جڑ تھی ملت منسوخہ کی رعایت، پس مکر کا حاصل یہ ہوا کہ جب وہ ملت اسلامیہ کے معارض ہے اوراس گوشت کواسلام نے قبیح نہیں قرار دیا پھرایسا کیوں کیا جاتا ہے، (کہ دوسرے مذہب کی رعایت واتباع میں گوشت چھوڑ دیا جائے) اسی کو اتباع شیطان فرمایا پھربھی اگر کسی کی رائے ہو کہ گاؤکشی چھوڑ دیں تو چونکہ اس رائے کی بنیاد ملت کفریہ کی رعایت ہے یہ اس سے بھی اشد (سنگین) ہوگا۔

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ تو گویا جائز کو واجب قرار دیدیا۔

میں نے کہا کہ خصوصیت کے اعتبار سے گوفی نفسہٖ یہ واجب نہیں لیکن ملت کفریہ کی رعایت کے مقابلہ میں بیشک اہل اسلام کا شعار ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ گائے کا گوشت کھانے سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں ہے حالانکہ حضور ﷺ کے اس فرمانے سے شدید تعلق معلوم ہوتا ہے۔

مَنْ صَلّٰی صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فذلک المسلم [1]

(یعنی جس نے ہمارے طریقے کے مطابق نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کو قبلہ بنایا، ہمارا ذبیحہ کھایا وہ مسلمان ہے۔[2]

مزید تحقیق وتفصیل

بعض مسلمان ہندوؤں کے میل جول کی وجہ سے گائے کا ذبح کرنا اوراس کا گوشت کھانا پسند نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اسلام کچھ گوشت خوری پر موقوف نہیں، اسلام

[1] بخاری شریف، فتح الباری ص ۴۹۶ ج ۱ [2] حسن العزیز' جلد ۲' ص ۳۹۶

میں گوشت کھانا اور نہ کھانا دونوں یکساں ہیں گائے کا گوشت نہ کھا کر بکری کا کھالیا تو اس میں کیا حرج ہے گائے کا گوشت کھانا فرض تھوڑی ہے۔

افسوس ان لوگوں نے شریعت خداوندی کے مقابلہ میں اپنی ایک شریعت گھڑ لی ہے، ان لوگوں نے یہ مسئلہ ہندوؤں سے لیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ گائے ہندوؤں کا معبود ہے اس کا ذبح کرنا اس لئے ان کو ناگوار ہے۔ پھر ان مسلمانوں کو شرم نہیں آتی کہ جس غرض کا منشاء شرک ہو اس میں وہ ہندوؤں کی موافقت وحمایت کرتے ہیں۔ (ص ۳۲)

جو چیز عام طور پر اسلام وکفر میں امتیاز پیدا کرنے والی ہو وہی شعائر اسلام ہے اور ظاہر ہے کہ ہندوستان میں مسلمان کو ہندوؤں سے امتیاز گائے کے ذبح اور اس کا گوشت کھانے سے ہوتا ہے اور اس وقت تجربہ نے بتلا دیا کہ جو لوگ اس شعار اسلام کے تارک تھے زیادہ تر وہی فتنہ ارتداد کے دام میں مبتلا ہوئے، اور جو اس شعار کو اختیار کئے ہوئے ہیں ان کی طرف کوئی رخ بھی نہیں کرتا تو علاوہ شعار اسلام ہونے کے یہ بڑا پہرہ دار بھی ہے۔

قربانی سے متعلق اخباروں میں مضامین شائع کرنا پسندیدہ نہیں

بعض لوگ گائے کی قربانی کی متعلق اخباروں میں اپنی رائے لکھ کر ہم سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ ہم بھی اخباروں میں اس کے متعلق اپنی رائے لکھیں مگر ہمارے نزدیک اخباروں میں آج کل ایسا مضمون لکھنا حکام کو اپنی طرف سے بدگمان کرنا ہے، کیونکہ نامہ نگاروں کو حکام عموماً مفسد سمجھتے ہیں اس لئے ہم کسی کو بدگمان کرنا نہیں چاہتے، ہمارے اصول میں سے ہے کہ اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ کہ تہمتوں کے موقع سے بچو، دوسرے اخبار میں مضمون لکھ کر اس مضمون کو بے وقعت کرنا ہے، عام مسلمانوں اور دینداروں کی نظروں میں اس مضمون کی کچھ وقعت نہیں ہوتی، اس لئے ہم کو اخبار میں مضمون لکھنا پسند نہیں، اور یہ بھی پسند نہیں کہ ہندوؤں کو چڑا چڑا کر گائے کی قربانی کریں کہ اس میں دل آزاری اور بلاضرورت فتنہ ہے، جیسے پہلے سے کرتے ہو اسی طرح کرتے رہو۔ (الضحایا ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۱۶۰)

باب ۸

قربانی کا جانور تندرست ہونا چاہیئے

ایک حدیث شریف میں ہے کہ سب سے افضل قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہو اور خوب موٹی ہو۔[۱]

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پیاری قربانی وہ ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہو اور خوب موٹی ہو۔[۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی قربانیوں کو خوب طاقتور کیا کرو، یعنی کھلا پلا کر کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔[۳]

فائدہ:- علماء نے اس کے دو مطلب بیان کئے ہیں ایک یہ کہ قربانی کے جانور خود سواریاں ہو جائیں گی۔ اور اگر کئی جانور قربانی کئے ہوں تو یا تو سب کے بدلے میں ایک بہت اچھی سواری مل جائے گی اور یا ایک منزل میں ایک جانور پر سواری کریں گے۔ (دوسری منزل میں دوسرے جانور کی سواری)

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ قربانیوں کی برکت سے پل صراط پر چلنا ایسا آسان ہو جائے گا جیسے خود گویا ان پر سوار ہو کر پار ہو گئے۔[۴]

اس حقیقت پر غور کریئے کہ قربانی جب لڑکے کے قائم مقام ہے تو اس جانور کے

---

۱ کنز العمال ۲ کنز العمال ۳ کنز العمال ۴ حیوۃ المسلمین، ص ۱۲۹

اندر ضرور ایسے صفات ہونا چاہئے جن سے وہ لڑکے کے قائم مقام ہو یعنی خوب موٹا تازہ جانور ہو کہ جس کو ذبح کرتے ہوئے کچھ تو دل دکھے جیسے لڑکے کے ذبح کرنے میں دکھتا، بالکل مریل نہ ہو کہ جس کے ذبح ہونے ہی کو غنیمت سمجھے، کہ مرتا تو یہ ضرور، اچھا ہوا اس سے یہ کام نکل آیا۔ یہ جو بعض لوگوں کی عادت ہے کہ قربانی میں بالکل مریل جانور ذبح کرتے ہیں یاد رکھو وہاں بھی ایسا ہی ملے گا، اور جب وہ پھر تم ہی کو ملنے والا ہے تو جس قدر اس میں خرچ کروگے اپنے ہی واسطے کروگے۔[1]

قربانی شعائر اسلام میں سے ہے

موٹے جانور کی قربانی کا حکم دیا گیا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سَمِّنُوا ضَحَایَاکُمْ فَاِنَّھَا عَلَی الصِّرَاطِ مَطَایَاکُمْ (یعنی قربانی کے جانور کو کھلا پلا کر خوب موٹا کیا کرو، کیونکہ وہ پل صراط پر تمہاری سواری ہوگی)

اور اس حدیث کی قرآن کی آیت سے بھی تائید ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہے

وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ (پ ۱۷)

تعظیم کے عموم میں تفخیم بدن (یعنی جسم کو موٹا کرنا) اور شعائر کے عموم میں قربانی بھی داخل ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تسمین (یعنی جانور موٹا کرنے) کی صورت یہی ہے کہ حج کے وقت سے پہلے جانور خریدا جائے اور اس کو کھلا پلا کر موٹا تازہ کیا جائے، حج کے وقت سے پہلے ذی قعدہ بھی ہے اور شوال بھی ہے۔ شوال کو ذی قعدہ پر یہ ترجیح ہے کہ شوال کو شریعت نے افعال حج کا مبداء قرار دیا، کہ اس سے احکام حج شروع ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ شوال

[1] ترغیب الاضحیۃ، ص ۱۲۸

سے احرام باندھنے کے ساتھ ساتھ سوق ہدی (جانور کو ساتھ لے جانا بعض صورتوں میں ہوتا ہے) کیونکہ احرام کی ایک قسم وہ بھی ہے جو سوق ہدی کے ساتھ ہو، اس صورت میں شوال ہی سے احرام کے ساتھ قربانی کی بھی تیاری ہوگی، غرض حج اور قربانی شرعاً دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قران شریف میں حج اور قربانی کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ سورہ حج میں ہے وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ الخ اس آیت میں تو افعالِ حج کا ذکر ہے، اور اس کے بعد کی آیت میں قربانی کا بھی ذکر ہے، ذٰلِکَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ الآیۃ کیونکہ شعائر وہ ہیں جن سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے، تو جیسے حج وسعی اورطواف وغیرہ شعائر میں سے ہیں۔ ایسے ہی قربانی بھی شعائر میں سے ہے کیونکہ ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ ان سے اسلام کی شان وشوکت ظاہر ہوتی ہے۔[1]

قربانی کا جانور کیسا ہونا چاہئے

جب قربانی کا جانور آپ کی جان کا عوض ہے تو اس کو کچھ تو ایسا ہونا چاہئے کہ محبوب اور پیارا ہو، اب جو لوگ سڑیل سے سڑیل اور گھٹیا سے گھٹیا جانور خریدنے کی فکر کرتے ہیں ۔ یہ زیبا نہیں لیکن اگر عمدہ مال ہو اور سستا مل جائے تو اس کا مضائقہ نہیں یہ تو عاجل بشری المؤمن (مومن کے لئے نقد انعام) ہے۔ ہم خرما ہم ثواب، لیکن بعض لوگ تو چھانٹ کر خراب جانور خریدتے ہیں سو اس کی ممانعت ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلاَ تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْہُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْہِ

ترجمہ:۔ اس میں قصد کی ممانعت ہے کہ اللہ کے واسطے چھانٹ کر بری چیز کا قصد نہ کرو، اور قصد کی قید میں بھی رحمت ہے کیونکہ حق تعالیٰ جانتے ہیں کہ بعض لوگ غریب بھی ہوں گے جن کے پاس گھٹیا ہی مال ہوگا تو اگر وہ گھٹیا دیں تو مضائقہ نہیں کیونکہ وہ گھٹیا کا

---

[1] السوال فی شوال، ص ۱۷۱

انتخاب اور قصد نہیں کرتے، بلکہ اس لئے گھٹیا دیتے ہیں کہ ان کے پاس اور ہے ہی نہیں پھر آگے اس کا معیار بتاتے ہیں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ ہر شخص کے اعتبار سے گھٹیا کا درجہ کیا ہے۔

گھٹیا جانور کا معیار

چنانچہ فرماتے ہیں وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ یعنی بس یہ دیکھ لو کہ اگر ایسی چیز تم کو کوئی دے تو تم بھی خوشی سے اس کو لے سکتے ہو یا نہیں۔ لحاظ کا لینا معتبر نہیں اس لئے آگے اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ (ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ) بھی بڑھا دیا۔

پس جو چیز تم دوسرے سے خوشی کے ساتھ لے سکتے ہو اس کو اللہ کے نام پر بھی دے سکتے ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جس غریب کے پاس سب گھٹیا ہی مال ہے وہ دوسرے سے بھی اس جیسی چیز کو لے سکتا ہے لہٰذا ان کو گھٹیا جانور کی قربانی جائز ہے۔ اور جو لوگ ایسے نازک ہیں کہ بیمار اور دبلے جانور کا گوشت کبھی نہیں لیتے ہمیشہ عمدہ جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں اگر یہ دبلے پتلے جانور کی قربانی کریں گے تو اس کی ممانعت ہوگی۔

کیا رحمت ہے کہ حق تعالیٰ نے معیار بھی خود ہی بتلا دیا، تمہاری رائے پر نہیں چھوڑا۔[1]

قربانی کا جانور عمدہ ہونا چاہئے

قربانی کے لئے جو جانور خریدا جائے وہ عمدہ ہونا چاہئے۔ جو تمام عیوب سے سالم ہو اور قیمت میں اچھا ہو، دیکھو اگر کلکٹر صاحب تم سے یہ فرمائش کریں کہ ہمارے لئے دودھ پینے کے واسطے ایک عمدہ گائے لاؤ، تو عمدہ سے عمدہ تمام گاؤں سے بھی اور آس پاس بھی دیکھ بھال کر گائے لوگے، بڑے غضب کی بات ہے کہ ایک حاکم ضلع کی جو ظاہری اور مجازی حاکم

---

[1] تکمیل الانعام، ص ۹۵

ہے اس کے حکم کا تو آپ کو اتنا اہتمام ہوا اور احکم الحاکمین اور حاکم حقیقی نے جو تم سے جانور مانگا ہے پھر وہ بھی تمہارے ہی لیے ہے اور پھر دام بھی خود اسی نے تم کو دیئے اس میں تم کفایت پر نظر کرتے ہو، بڑی ناشکری کی بات ہے۔ تم کو چاہئے کہ عمدہ سے عمدہ جانور لو، میرا مطلب یہ نہیں کہ (حیثیت سے زیادہ) ہزار روپئے کا جانور خریدو جب کہ وہ تمہاری حیثیت سے زیادہ ہو میرا مقصود یہ ہے کہ اپنی حیثیت واستطاعت کے موافق عمدہ جانور لو۔[1]

محض نام کی قربانی

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ قربانی تو کرتے ہیں لیکن محض برائے نام، خواہ عنداللہ مقبول ہونے کے قابل ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ کانپور میں ایک لوہار تھے، انہوں نے قربانی کے لئے ایک ایسا بکرا تجویز کیا کہ جس میں سب ہی عیب تھے ایک شخص نے کہا کہ میاں ایسا جانور کیوں ذبح کرتے ہو؟ لوہار بولا واہ صاحب ہماری بیوی صاحبہ کا فتویٰ ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے، اس شخص نے کہا کہ ذرا ہم کو بھی دکھلاؤ، آپ کی بیوی نے کہاں سے فتویٰ دیا ہے، لوہار گھر گیا اور بیوی سے ذکر کیا کہ حضور کے فتویٰ کو بعض لوگ نہیں مانتے، ذرا انہیں بھی قائل کر دو، وہ اتفاق سے اردو پڑھی ہوئی تھی، اس نے فوراً اردو کا شرح وقایہ نکال کر دکھلایا کہ دیکھو اس میں لکھا ہے کہ جس جانور کے تہائی سے کم دم کان ناک وغیرہ کٹی ہوں وہ جائز ہے، اس بکری میں چونکہ ہر چیز تہائی سے کم کٹی ہوئی ہے، اور یہ عیب مؤثر نہیں لہذا جائز ہے، اس شخص نے کہا کہ بھائی ہم شرح وقایہ تو سمجھتے نہیں علماء کے پاس چلو اور یہ جانور ان کو دکھلا لو پھر وہ جو حکم دیں اس پر عمل کرو، لوہار کہنے لگا کہ بس صاحب ہم کو تو ہماری بیوی کا فتویٰ کافی ہے، کسی عالم کو دکھلانے کی ضرورت نہیں۔ بس اس لوہار کو قربانی کا صرف نام کرنا تھا۔[2]

---

[1] الضحایا ملحقہ سنت ابراہیمؑ ص ۱۴۴ [2] سنت ابراہیمؑ ص ۳۶

ایسی قربانی قبول نہیں

بعض صورتوں میں گو قربانی ہو جاتی ہے مگر قبول نہیں ہوتی، کانپور میں ایک مستری تھے، انہوں نے ایک بھیڑ خریدی، کوئی عیب ایسا نہ تھا جو اس میں نہ ہو لیکن ہر عیب تہائی سے کم تھا، ضابطہ اور قانون کی رو سے اس بھیڑ کی قربانی جائز تھی، ایک شخص نے کہا کہ میاں ایسی بھیڑ کیوں کرتے ہو کیا اچھا جانور میسر نہیں آتا؟ کہنے لگے واہ ہماری بیوی کہتی ہے کہ جائز ہے، (میری بیوی پڑھی لکھی ہے) گھر پہنچے، بیوی سے تذکرہ کیا کہ ایک شخص نے تمہارے مسئلہ پر اعتراض کیا۔ بیوی نے فوراً شرح وقایہ کا اردو ترجمہ نکالا اور قربانی کا بیان نکال کر وہاں نشان رکھ کر باہر بھیج دیا کہ ان معترض صاحب کو دکھلا دو۔

میں کہتا ہوں کہ قربانی ہو بھی گئی یعنی ضابطہ کی رو سے اسکی صحت کا حکم کر دیا گیا لیکن ایسی قربانی کیا قبول بھی ہو سکتی ہے؟ جس کو یہ شخص مخلوق کے لئے پسند نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَنۡ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنۡ يَّنَالُهُ التَّقۡوٰى مِنۡكُمۡ

یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں قربانی کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے لیکن ان کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو نیتوں کو دیکھتے ہیں کہ ہمارے نام پر اس نے کتنی پیاری شئی کو خرچ کیا ہے۔ اور جب ایسی خوبصورت قربانی ہوگی تو نیت کا حال اس سے خود ہی معلوم ہوتا ہے، کہ کیسی ہے تو کیا قبول ہونے کی امید ہے؟ ہاں اگر اس سے اچھی میسر ہی نہیں تو وہ دوسری بات ہے۔

دیکھئے اگر حاکم ضلع کسی رئیس سے فرمائش کرے کہ ہمارے واسطے ایک گائے لاؤ، تو سچ بتاؤ کہ کیسی گائے لے جاؤ گے؟ خصوصاً اس صورت میں جب یہ بھی معلوم ہو کہ جس قدر عمدہ گائے ہم لے جائیں گے حاکم ہم سے خوش ہوگا، کان ناک آنکھ ہاتھ پاؤں سب کی

خوبصورتی کا خیال کریں گے اپنی گنجائش کی حدتک قیمتی اور خوبصورت کی تلاش ہوگی افسوس کی بات ہے کہ ایک ادنی حاکم مجازی کہ جس سے نفع پہنچنا موہوم ہے اس کی یہ رعایت اور حاکم حقیقی جس کی طرف سے ہر وقت نعمتوں کی بارش ہم پر ہے وہ ایک جانور مانگتے ہیں اور وہ بھی ہمارے ہی نفع کے لئے ہے اس میں اس قدر تساہل۔

حضرت عمرؓ نے سورہ بقرہ کے ختم کے شکریہ میں ایک اونٹنی ذبح کی تھی اس کی ان کو تین سو اشرفیاں ملتی تھیں مگر دی نہیں اور اللہ کے نام پر اسکو ذبح کر دیا، ایک اشرفی دس درھم کی ہوتی ہے اور ایک درھم سوا چار آنہ کا تخمیناً ہوتا ہے۔

اور اب تو اگر عمدہ جانور لیتے بھی ہیں تو اس میں بھی خلوص نہیں ہوتا اس میں بھی یہ چاہتے ہیں کہ نام ہو جائے۔[1]

ایسے جانور کی قربانی جائز بھی نہیں

ایک مسئلہ یہ ہے کہ بعض لوگ قربانی کرتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ جانور شریعت کی رو سے ملک طیب ہے یا ملک خبیث ،تو بعض دفعہ ملک خبیث ہوتی ہے، وہ خدا کے یہاں مقبول نہیں گو واجب اتر جاتا ہے اور بعض دفعہ ملک ہی نہیں ہوتی ۔جیسے چرائی کا بکرا کہ سال بھر میں ایک دفعہ زمیندار کو دیا جاتا ہے یہ آمدنی حرام ہے کہ لینے سے بھی اس کا کوئی مالک نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ گھاس کسی کی ملک نہیں۔اسمیں سب کا حق ہے، وہ دو طرح ملک ہو سکتی ہے، کاٹنے سے یا کھیت کی طرح سینچنے سے بھی ملک ہو جاتی ہے۔مگر یہ جو ہزاروں بیگھوں کا رقبہ پڑا ہے۔ وہاں کون آبپاشی کرتا ہے تو کسی کی ملک نہیں ہے، اس سے سب کو نفع اٹھانا جائز ہے، اس کی مثال آبِ باراں کی سی ہے کہ اس کا کوئی مالک نہیں تو گھاس کا بھی کوئی مالک نہیں جس کا کھر پا چل جائے وہی مالک ہے۔

تو گھاس کے عوض جانور لینا (جیسا کہ بعض علاقوں میں رواج ہے) ہرگز جائز نہیں

---

[1] تعظیم الشعائر ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۲۲۲

اوراگرکسی نے لیا تو وہ اس کی ملک میں نہیں آتا بلکہ اسی کا ہے جس نے دیا ہے، لینے والے کواس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں، اوراگراسکی قربانی کی تو ادانہ ہوگی، (کیونکہ یہ جانوراس کی ملک نہیں) بلکہ خوداس کے لئے اسکا تجویز کرنا معاذ اللہ ایسا ہے جیسے غلیظ کو کسی بڑے عظیم الشان حاکم کے پاس تحفہ میں لے جائے۔خدا کا خوف کرنا چاہئے، اول تو یہ جانورلینا نہ چاہئے اوراگرلے لیا ہے تواس کی قربانی نہ کرے (بلکہ واپس کردے) اوراگرقربانی بھی کروتو خدا کے لئے اسے خود ہی کھاؤ کسی اور مسلمان بھائی کوتو (حرام) مت کھلاؤ کوئی خود پاخانہ کھائے تو دوسروں کوتو نہ کھلائے۔[1]

سستے اور گھٹیا جانور کی قربانی کرنے والوں سے خطاب

جب قربانی میں جانور کا ذبح کرنا لڑکے کے ذبح کے قائم مقام ہے تو قربانی کا جانور ایسا ہونا چاہئے جو اپنی نوع میں محبوب ومرغوب ہوتا کہ اس کو احب الاشیاء (محبوب شئی یعنی بیٹے) کا عوض کسی درجہ میں تو کہا جاسکے۔نہ یہ کہ تمام جانوروں سے دلدّر (ردی سستا خراب لاغر) تجویز کیا جائے۔نعوذ باللہ بھلا غورتو کرو اگر ایک حاکم ضلع درخواست کرے کہ ہمارے لئے ایک گائے لاؤ کیا تم ایسا ہی جانور اس کے سامنے پیش کروگے، جیسا قربانی میں تجویز کیا جاتا ہے؟ ہرگز نہیں پھر شرم نہیں آتی کہ سب سے بڑے حاکم احکم الحاکمین کے لئے ایسا دلدّر (ردی جانور) ذبح کیا جاتا ہے، یوں تاویل کرنے کوتو ہم تاویل کرلیں گے کہ حکام دنیا معمولی جانور سے راضی نہیں ہوتے اوراللہ تعالیٰ راضی ہوجاتے ہیں۔اس لئے یہاں ویسا اہتمام نہیں ہوتا جیسا کہ دنیاوی حکام کے لئے کیا جاتا ہے، مگر یہ تاویل عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے، (یعنی ایسی تاویل جو گناہ سے بدتر ہے) اللہ تعالیٰ کے راضی ہوجانے کا یہی بدلہ ہے جو تم نے دیا، افسوس! اللہ تعالیٰ سستے مل گئے اس واسطے ان کی قدر نہیں کی جاتی۔[2]

---

[1] تعظیم الشعائر، ص ۲۳　[2] السوال فی شوال ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۱۸۵

جیسا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے ویسا ہی وہاں ملے گا

مال کا خرچ کرنا محبت کی بڑی علامت ہے۔پس قربانی کواس حیثیت سے بھی ایک فضیلت ہوئی کہ اس کی حقیقت جنسیّہ انفاق مال ہے،(یعنی قربانی کرنا مال خرچ کرنے والی عبادت ہے)

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انفاق مال کا کون سا فرد (یعنی اللہ کی راہ میں کون سا مال خرچ کرنا) پسندیدہ ہے،سواس کے متعلق ارشاد ہے۔

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" (پارہ۴ آل عمران)

"یعنی تم نیکی کو ہرگز نہ پہنچو گے یہاں تک کہ اس شئی سے خرچ کرو جس کو تم چاہتے ہو"۔

اب تو یہ حالت ہے کہ چھانٹ چھانٹ کر نکمّی چیزیں اللہ کے نام خرچ کی جاتی ہیں۔ کھانا جب سڑ جائے گا اور باورچی یا ماما آکر کہے گی کہ اس میں سے بو آنے لگی ہے تو کہیں گے کہ اللہ کے واسطے دے دو۔ کپڑا پھٹا ہوا جو کسی قابل نہ ہو کہیں گے کہ کسی طالب علم کو اللہ کے واسطے دے دو،غرض اللہ واسطے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جو بالکل سڑیل اور اپنے سے نکمّی ہو۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یادرکھو! جیسی شئی تم دیتے ہو ایسے ہی وہاں تم کو بھی ملے گی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور کھجور کا ایک خوشہ دیکھا جس میں گلی ہوئی کھجوریں تھیں، حضور ﷺ نے فرمایا یادرکھو وہاں ایسا ہی ملے گا۔ ہاں اگر کسی کے پاس عمدہ چیز ہی نہ ہو تو دوسری بات ہے،اس کی وہی چیز عمدہ ہے،خلاصہ یہ کہ اللہ کے واسطے پیاری چیز دینا چاہئے، اسی طرح قربانی کے اندر جو جانور خریدا جائے اس کو خوب دیکھ لینا چاہئے کہ تمام عیبوں سے سالم ہو قیمت میں اچھا ہو،اس کے محبوب ہونے کی یہی صورت ہے لیکن اب لوگوں کی یہ کیفیت ہے سڑیل سے سڑیل جانور قربانی کے لئے خریدتے ہیں بہرحال قربانی کے لئے جو جانور خریدا جائے عمدہ ہونا چاہئے۔ (الضحایا،ص۱۴۳)

عمدہ قربانی کرنے میں پیسے زیادہ خرچ ہونے کا شبہ

اگر کوئی یہ کہے کہ عمدہ مال (اچھے جانور کی قربانی کرنے) میں روپئے بھی تو بہت خرچ ہوتے ہیں پھر محتاج ہو جائیں گے۔اس کا جواب دیتے ہیں

اَلشَّیۡطٰنُ یَعِدُکُمُ الۡفَقۡرَ وَیَاۡمُرُکُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ

کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے وہ تم کو فقر سے ڈراتا ہے، اور بے حیائی کی بات بتلاتا ہے،فحشاء سے مراد یہاں مفسرین کے نزدیک بخل ہے۔واقعی یہ کیسی بے حیائی کی بات ہے، کہ خدا ہی کا مال اس کے حکم سے بھی دینا نہیں چاہتا۔

آگے زیادہ ہمت بڑھاتے ہیں وَاللّٰہُ یَعِدُکُمۡ مَّغۡفِرَۃً مِّنۡہُ وَفَضۡلاً

اوراللہ تعالیٰ تم سے (خرچ کرنے پر) مغفرت کا وعدہ فرماتے ہیں اور (مال ودولت کی) ترقی کی امید دلاتے ہیں۔پس مطمئن رہو کہ صدقہ خیرات (اورقربانی کرنے) سے مال میں کمی نہ آئے گی۔ بلکہ ترقی ہوگی۔حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قسم کھا کر فرمایاہے کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔بہر حال (اللہ کی راہ میں خرچ کرکے) فقر کا اندیشہ نہ کرو،اور خدا کے نام پر جہاں تک ہو سکے عمدہ جانور ذبح کرو،جس کو ذبح کرکے کچھ تو دل دکھے،جیسا کہ اپنی جان کو پیش کرتے یا بیٹے کو ذبح کرتے تو دل دکھتا،اب ویسا تو کہاں دکھے گا،لیکن کچھ تو مال ایسا ہو جس کو ذبح کرکے دل پر کچھ چوٹ لگے۔[1]

کس جانور کی قربانی کرنا زیادہ افضل ہے

بکری بھیڑ بھی قربانی کے جانور ہیں۔اوراس لئے وہ بھی دین کی یادگار ہیں مگر آیت (وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰہَا.....الآیۃ) میں خاص طور پر اونٹ اور گائے کا ذکر فرمانا اس لئے ہے کہ ان کی قربانی بھیڑ بکری کی قربانی سے افضل ہے۔جبکہ پورا جانور کرے۔

---

[1] تکمیل الانعام ص۹۴ تا ۹۶

(اورشریعت میں بھینس بھی گائے کی قسم سے ہے۔''**لان الجاموس نوع من البقر**''

اوراگر(پوراجانورمثلاً) پوری گائے یااونٹ نہ ہوبلکہ اس کاساتواں حصہ قربانی میں لے لےتواس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ ساتواں حصہ اور پوری بکری یا بھیڑ قیمت اورگوشت کی مقدارمیں برابر ہوں توجس کا گوشت عمدہ وہی افضل ہے، اوراگر قیمت اورگوشت میں برابرنہ ہوں توجوزیادہ ہووہ افضل ہے۔[1]

[1] شامی تاتارخانیہ،حیوٰۃ المسلمین،ص۱۲۶

۹
باب

قربانی میں ہونے والی کوتاہیاں اور چند متفرق احکام

قربانی کے اندر دو قسم کی خرابیاں لوگ کرتے ہیں بعض تو مقبول ہونے کی رعایت نہیں کرتے اور بعض قربانی صحیح ہونے کی طرف توجہ نہیں کرتے، چنانچہ ایک مقام پر ایک شخص نے دوسرے سے کہہ دیا کہ بھائی میرے بھی دو حصے کر دیجیو، قربانی کے حصے تو لے لئے اور خود غائب ہو گئے اور دام (پیسے) بھی نہ دیئے۔

عقلاء زمانہ اس میں مختلف ہیں کہ قوم کی تباہی کا کیا سبب ہے میرے نزدیک تو تباہی کا اصل سبب بدمعاملگی ہے، بدمعاملگی کا مرض اس وقت عام ہے، چنانچہ ان صاحب نے بدمعاملگی کی کہ قربانی کے حصے تو لے لئے اور خود غائب ہو گئے اب گائے ذبح ہو گئی اور گوشت کی بوٹیاں بن گئیں اور وہ حصہ والے موجود نہیں اب دام (جانور کی قیمت) کس سے لیں، ایک مجتہد صاحب بولے کہ بھائی وہ تو غائب ہو گئے اب کوئی اور لے لے جس کو دو حصے قربانی کے لینے ہوں وہ بھلے مانس سمجھے کہ گوشت مقصود ہے حالانکہ قربانی سے مقصود گوشت نہیں بلکہ اِرَاقَۃُ دَمٍ لِلّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے ایک جانور کا خون بہانا ہے، اگر کسی ایک شریک کی بھی نیت گوشت کی ہوگی تو سب کی قربانی برباد ہوگی۔ غرض مقصود اللہ کے واسطے ایک جانور کا خون بہانا ہے، اور گوشت کا تو اختیار ہے، خواہ خود کھاؤ یا کھلاؤ۔ غرض ایک شخص عقل مند بھی مل گیا جس نے کٹے ہوئے وہ دو حصے خرید لئے اور بزعم خود اپنی قربانی درست سمجھ لی، اور ان ظالموں نے مل کر اس خریدار گوشت کی قربانی برباد کی۔ (الغرض) بعض صورتیں ناواقفی سے ایسی پیش آجاتی ہیں کہ قربانی قبول تو کیا صحیح بھی نہیں ہوتی۔[1]

---

[1] تعظیم الشعائر ملحقہ سنت ابراہیم، ص ۲۲۱

قربانی سے متعلق کوتاہیاں اوران کی اصلاحات

ماخوذ از اصلاح انقلاب

اس میں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ بعض لوگ باوجود وسعت اور وجوب کے قربانی نہیں کرتے بلکہ بعض خاندانوں میں کئی پشت سے قربانی نہیں ہوئی، بلکہ بعض دیہات کے لوگ اس کو جانتے تک بھی نہیں۔بعض سستی وبے پروائی کے سبب نہیں کرتے۔بعض بخل کے سبب کوتاہی کرتے ہیں۔

پس اگر سبب اس کا ناواقفی وبے خبری ہے تو اسکی اصلاح یہ ہے کہ ان کو ان کے وجوب سے اور ترک پر جو وعید ہے جیسا ابن ماجہ میں حدیث مرفوع ہے مَوۡجَۃً وَلَمۡ ـَحِّ فَلَا یَقۡرَبَنَّ مُصَلَّانَا (یعنی جس شخص کے پاس قربانی کرنے کی گنجائش ہو اور پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو ایسا شخص ہرگز ہماری عیدگاہ میں نہ آئے ،اس پر ان کو اطلاع دی جائے بالخصوص واعظین وخطباء یا ان اہل علم کو جو دیہات میں وعظ وتبلیغ کی غرض سے جاتے ہیں ضروری ہے کہ وہ دیہات کے لوگوں کو جب کہ وہ جمعہ میں حاضر یا خود دیہات میں جاتے ہیں اس کے وجوب پر بلکہ اس کے متعلق احکام پر بھی آگاہ کردیں۔

بعض باوجود اس قدر وسعت کہ جس پر قربانی واجب ہوتی ہے اپنے ذہن میں اسے اس لئے سبکدوش سمجھے ہوئے ہیں کہ ان کو اس وسعت کی مقدار معلوم نہیں ،تو ان کو اس سے آگاہ کیا جائے کہ جس کے پاس حوائج ضروریہ سے زائد تخمیناً پچاس روپیہ نقد یا مال تجارت یا زیورات یا جائیداد ومکانات علاوہ مکان سکونت وکفایت معاش سالانہ کے موجود ہو،پس اتنی وسعت پر قربانی واجب ہوجائے گی۔خواہ مرد ہو یا عورت البتہ بچوں پر یا بچوں کی طرف سے واجب نہیں۔

اور اگر بے پروائی اس کا سبب ہے تو ان لوگوں کو غور کرنا چاہئے کہ دنیا کی جلب منافع ودفع مضار کے لئے (یعنی نفع کی چیزیں حاصل کرنے اور نقصانات سے بچنے کے

لئے)اگر چہ وہ درجہ ضرورت میں نہ ہواور اگر چہ وہ موہوم بھی ہوں، کس قدر روپیہ موقع پر بلکہ ہر روز ہی خرچ کیا کرتے ہیں اور پھر وہ فانی (یعنی ختم ہونے والا نفع ہے) تو کیا آخرت کے اتنے بڑے ثواب کی تحصیل کے لئے کہ اس سے زیادہ کوئی منفعت نہیں اور اتنے بڑے گناہ وعذاب سے بچنے کے لئے کہ اس سے بڑھ کر کوئی مضرت نہیں اور پھر دونوں یقینی اور باقی اور ضروری الرعایت بے پروائی اور سستی کی جائے کتنی بڑی نادانی ہے۔

اور اگر سبب اس کا بخل ہے تو فوری علاج تو اس کا ان ہی منافع ومضار کا استحضار ہے جس کا ابھی بیان ہوا اور باقاعدہ علاج اس کا یہ ہے یہ مادہ بخل کو ختم کیا جائے جس کی تدبیریں کتب فن میں ملیں گے۔

قربانی کے عبادت ہونے میں شبہ

بعض لوگوں کو اس سے بڑھ کر ایک سبب اس ترک کا ہو گیا ہے کہ وہ اس کے عبادت ہونے میں شبہ کرتے ہیں۔ بالخصوص حج کی قربانی کو بوجہ کثرت ذبائح محض اضاعتِ مال ہی سمجھتے ہیں ان کی اصلاح یہی ہے کہ وہ علماء محققین سے اپنی تسلی مفصل شبہات پیش کر کے کر لیں۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ عبادت کی حقیقت امتثال امر الٰہی ہے (یعنی حق تعالیٰ کی اطاعت کرنا) اور جب قربانی کا مامور بہ ہونا ثابت ہے پھر عبادت ہونے میں کیا شک ہے۔

رہا یہ سوال کہ امر الٰہی کس حکمت سے ہو گو ایسے سوالات کے جوابات میں اس وقت خاص دلچسپی سے کام لیا جاتا ہے، مگر سچا جواب یہ ہے کہ یہ سوال ہم سے پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہم بانی قانون نہیں جو قانون کی لم (علت) جاننے کے مدعی ہوں ہم ناقل وحاکی قانون ہیں جب واضع قانون کے روبرو کھڑے کئے جائیں گے اگر ہمت ہوگی پوچھ لینا پھر جو جواب ان کے نزدیک مصلحت ہوگا عنایت کر دیں گے خواہ تقریر ومقال سے، خواہ تعزیر ونکال سے۔

دفعات قوانین کی علل وکلاء یہ مجسٹریٹ وجج سے پوچھنا سخت نادانی ہے۔ اگر کوئی پوچھے بھی ان کو یہ جواب دینے کا حق ہے کہ واضعان قانون سے پوچھو ہم اس کے ذمہ دار نہیں تو علماء ایسے سائلوں کو ایسا جواب کیوں نہیں دے سکتے اور جب دے سکتے ہیں تو کیوں نہیں دیتے؟ کیوں سائل کی بے محل فرمائش کا اتباع کرتے ہیں؟

اسی طرح اضاعت مال کے شبہ کا جواب ہے کہ اضاعت اس وقت ہوتی ہے جب اس میں کوئی فائدہ نہ ہوتا اور جب فائدہ اس میں رضائے حق ہے جس کا مقابلہ کوئی فائدہ نہیں کرسکتا تو اضاعت کیسے ہوئی؟

سستی قربانی کی تلاش

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض وسعت والے قربانی تو کرتے ہیں مگر بڑی کوشش اس کی ہوتی ہے کہ کوئی حصہ سستا مل جائے گو اس میں کچھ عیب بھی ہو مگر ایسا نہ ہو جو مانع جواز قربانی ہو اور وجہ اس کی دو ہیں۔ ایک بخل جس کا علاج اوپر گذر چکا ہے، اور دوسرے یہ خیال غیر واقعی کہ قیمت کے بڑھنے سے یا مال کے عمدہ ہونے سے ثواب میں زیادتی نہ ہوگی بلکہ ایک حصہ میں جس قدر ثواب ہوتا ہے وہ قانون میں برابر ہوگا اگر زیادہ بھی ہوئی تو ہم زیادتی کو کیا کریں گے؟ پس اتنا ہی کافی ہے کہ برأت ذمہ حاصل ہو جائے۔ اس کی اصلاح یہ ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ جس قدر مال عمدہ ہوگا یا قیمت زیادہ ہوگی ثواب زائد ہوتا جائیگا۔ ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ'' (تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کرسکتے جب تک اپنے محبوب اموال میں سے خرچ نہ کرو)

اور وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت خراب مال دینے کا قصد نہ کرو کہ اس سے خرچ کرو اور جب کبھی لینے کا موقع ہو تو) تم اسے لینے والے نہیں ہو۔ الا یہ کہ چشم پوشی سے کام لو اور حدیث سَمِّنُوْا ضَحَايَاكُمْ (اپنے قربانی کے جانوروں کو فربہ کرو) اور حضرت عمرؓ

کا قصہ ہے کہ ایک اونٹنی ذبح کی تھی جس کے تین سو دینار ان کو ملتے تھے۔(رواہ فی التفسیر المظہر ی) یہ سب دلائل واضح ہیں اس دعویٰ کے۔

اور یہ خیال کہ ہم زیادہ کو کیا کریں گے ؟ صرف برأت ذمہ کافی ہے، اس کا محل ہاں ہوسکتا ہے جہاں صرف مواخذہ سے بچنا ہو اور اس حاکم سے کوئی خاص تعلق نہ ہو نہ خاص تعلق پیدا کرنا مقصود ہو کیا حق جل وعلی شانہ کے تعلقات کے وجود یا مطلوبیت حصول کا کسی کو انکار ہوسکتا ہے، اگر نہیں ہوسکتا تو اس خیال کی گنجائش کہاں رہی؟[1]

چند ضروری احکام

اب میں قربانی کے متعلق چند ضروری احکام بیان کرتا ہوں جن کی اکثر ضرورت پڑتی ہے اور ان کے نہ جاننے سے قربانی بعض اوقات قبول تو کیا صحیح بھی نہیں ہوتی۔

قربانی کے ساتھ عقیقہ

(۱) قربانی کے ساتھ اگر عقیقہ کا حصہ لے لے تو جائز ہے، بعض لوگ شبہ کیا کرتے ہیں کہ اگر ساتواں دن نہ ہو تو کیا کیا جائے ؟ یاد رکھو! عقیقہ میں ساتویں دن ہونا ضروری نہیں، صرف مستحب ہے۔[2]

عقیقہ کے گوشت کا مصرف

(۲) اس کے متعلق یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ عقیقہ کا مصرف بھی وہی ہے جو قربانی کا ہے، اگر تمام گوشت خود رکھو تو بھی کچھ حرج نہیں، قربانی تو نام ہے ''اللہ کے واسطے جان کا قربان کرنا، جب جانور ذبح ہو گیا وہ ادا ہوگئی۔ اب گوشت کا اختیار ہے۔[3]

---

[1] اصلاح انقلاب، جلد ۱، ص ۱۲۱ تا ۱۲۴ [2] تعظیم الشعائر ص ۲۲۵ [3] تعظیم الشعائر ص ۲۲۶

جس کی طرف سے قربانی کی ہو اس کو اطلاع ضروری ہے

(۳) اکثر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے کسی عزیز کی طرف سے قربانی کرتے ہیں اور اس کو اطلاع نہیں ہوتی اس صورت میں قربانی نہیں ہوتی اس میں بڑی احتیاط چاہئے۔اس لئے کہ اگر ایسی کوئی صورت پیش آجائے گی کہ جس سے ایک حصہ کی قربانی صحیح نہ ہو تو کسی کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی۔اس لئے کہ قربانی اِرَاقَۃُ دَمٍ (یعنی خون بہانے) کو کہتے ہیں اور وہ تقسیم کے قابل نہیں جیسے ایک کنواں مشترک ہو اور ایک شریک کہے کہ ہم تو اپنے کنویں میں پیشاب کریں گے ظاہر ہے کہ سارا ہی کنواں ناپاک ہوگا اسی واسطے سا جھی اگر بناؤ تو دینداروں کو بناؤ اور اگر دیندار نہ ملیں تو بہتر صورت یہ ہے کہ جس قدر شریک ہوں وہ کسی عالم کے پاس آجائیں اور سب اپنی اپنی کہہ دیں اور جس طرح وہ عالم فیصلہ کرے اسکے موافق (عمل) کریں۔اسی طرح سمجھو کہ اگر ایک حصہ میں کسی نے دو شخص کی نیت کر لی تو اس کا حصہ تو گیا ہی تھا۔اس کے ساتھ سب کا ہی ضائع گیا۔جیسے ایک نبی کے ساتھ انکار کرنا سب انبیاء علیہم السلام کا انکار ہے،اسی طرح سے قربانی کے لئے میں نے بیان کیا کہ اگر ایک حصہ بھی فاسد ہو گیا تو تمام حصے فاسد ہو جائیں گے اور قربانی (کسی کی) درست نہ ہوگی۔سو کسی عالم سے پورا واقعہ صاف صاف بیان کر کے مسئلہ پوچھ لیا کرو۔

مجھ سے بعض لوگوں نے یہ مسائل پوچھے ہیں اس لئے میں کہتا ہوں کہ ان کی طرح کہیں اور کسی نے بھی ایک حصہ میں گھر بھر کے لئے نیت نہ کر لی ہو۔اگر کسی کی طرف سے حصہ کرو تب بھی اس کو خبر کر دو۔[1]

[1] تعظیم الشعائر،ص ۲۲۶

اللہ کے نام کی برکت سے جانور کا گوشت حلال ہوتا ہے

اللہ کا نام لینے سے (یعنی اللہ کے نام سے ذبح کرنے سے) جانور کے اندر حلت آجاتی ہے اور وہ کھانے کے لائق ہوجاتا ہے، اور اس سے ایک اشکال کا جواب بھی معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ اہل جاہلیت (کفار مکہ) کہا کرتے تھے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تمہارا مارا ہوا جانور تو حلال ہو اور اللہ کا مارا ہوا حرام یعنی ذبیحہ حلال ہو اور مردار حرام؟ اسکا جواب یہاں سے نکل آیا کہ ذبیحہ جو کھانے کے قابل ہوتا ہے وہ بھی اللہ ہی کے نام کی برکت ہے۔ پس دونوں اللہ تعالیٰ ہی کے مارے ہوئے ہیں ہمارا مارا ہوا نہیں کیونکہ جان تو وہی نکالتا، باقی یہ فرق کہ ایک حلال اور ایک حرام (ایسا کیوں؟) تو اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے، اس کی برکت سے یہاں حلت آئی اور وہاں نہیں لیا گیا اس لئے حرام رہی اور دوسرے فرق کی وجہ یہ ہے کہ ذبیحہ میں دم مسفوح (بہنے والا خون) جو نجس (ناپاک) ہے نکل جاتا ہے اور مردار میں وہ خون تمام بدن میں سما جاتا ہے، پس حلت دونوں باتوں کے مجموعہ کا یعنی ذکر اسم اللہ (اللہ کے نام سے ذبح کرنا) اور خروج دم مسفوح (یعنی بہنے والا خون نکل جانا) کا اثر ہے۔[1]

مالداروں کو قربانی کا گوشت کھانے کے جواز کی دلیل

اور آیت فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ میں کُلُوا سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ مالدار کو بھی (قربانی کا) گوشت کھانا جائز ہے۔ یہ حق تعالیٰ کا بڑا انعام ہے جو رسول اللہ ﷺ کی برکت سے ہم کو عطا کیا۔ ورنہ گزشتہ قوموں میں یہ ہوتا تھا کہ قربانی کو ایک پہاڑ پر رکھ دیتے تھے، ایک آگ آتی تھی جس کی قربانی کو اس نے جلا دیا وہ مقبول ہوتی تھی ورنہ مردود۔[2]

---

[1] الضحایا، ص ۱۶۵ [2] الضحایا، ص ۱۶۶

قربانی کے گوشت کے متعلق ضروری ہدایت

قربانی کے گوشت میں آپ کو اختیار ہے کہ آپ جس کو چاہیں دیں خواہ مالدار کو خواہ فقیر کو سب جائز ہے۔ مگر قصائی کو گوشت کاٹنے کی اجرت میں ہرگز نہ دیا جائے کہ یہ اجرت میں داخل ہو کر قربانی کے ثواب کو باطل کردے گا۔

گوشت بانٹنے میں اچھا طریقہ یہ ہے کہ اپنے خرچ کے موافق نکال کر باقی فقراء اور عزیز واقارب کو تقسیم کردیا جائے۔ اور ان لوگوں کا لحاظ خصوصیت کے ساتھ زیادہ رکھنا چاہئے۔ جو وسعت (اور استطاعت) نہ ہونے کی وجہ سے قربانی نہیں کرسکتے اور یہ جو آج کل ادلا بدلی ہوتی ہے کہ (جہاں سے گوشت ہمارے یہاں آیا اس کے یہاں ہم بھی پہنچادیں گے ورنہ نہیں، غریبوں کی ضرورت اور حاجت پر نظر نہیں ہوتی) یہ تو بالکل ہی خلاف عقل ہے، جب ان اہل مبادلہ (یعنی ادلا بدلی کرنے والوں) میں ہر شخص کے یہاں قربانی ہوتی ہے تو پھر ایک دوسرے کے یہاں خوامخواہ ہی بھیجنا ہے۔[1]

مشترک قربانی میں مشترک صدقہ جائز ہے

مشترک قربانی میں وزن سے برابر گوشت تقسیم کرنا ضروری ہے ورنہ سود ہو جائے گا

ایک مسئلہ یہ ہے کہ جس کو اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ اگر کئی شخصوں کے حصے ہوں تو سب کو بغیر تقسیم کئے ہوئے یا بعض کو تقسیم کرکے اور بعض کو مشترک طور پر صدقہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ تو سن لو کہ جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ کچھ مشترک طور پر صدقہ ہوگیا اور بقیہ کو تقسیم کرلیا جائے۔ مگر اندازہ سے بانٹنا حرام ہے، اگر ایک طرف کچھ زیادہ یا کم

---

[1] سنت ابراہیم، ص ۶۴

چلا گیا تو سود کا گناہ ہوا۔ دیکھو اگر چھٹانک بھر بھی ایک طرف زیادہ ہوا تو سودخواروں میں دونوں لکھے جائیں گے۔ہاں اگر ایک طرف زیادہ گوشت ہو اور دوسری طرف کلے پائے ہوں تو جائز ہے کیونکہ جنس بدل گئی۔[1]

مؤذن اور امام کو کھال دینا

ایک مسئلہ یہ ہے کہ کھال کا مصرف معلوم کر لینا چاہئے اس میں اکثر مؤذن وغیرہ مولویوں پر خفا ہوتے ہیں کہ انہوں نے ہماری آمدنی کم کر دی، مگر میں ان کو سمجھاتا ہوں کہ ہم کھال دینے سے منع نہیں کرتے، کھال مؤذنوں ہی کو دو مگر اس طرح جس طرح ہم کہیں کہ اجرت سمجھ کر مت دو، یعنی مؤذن مقرر کرتے وقت یہ نہ کہا جائے کہ بقرعید میں کھال بھی ملا کرے گی۔ یہ تو گویا تنخواہ ہوگئی، بلکہ اس سے کہہ دو کہ کھال میں تمہارا کوئی حق نہیں۔اس کے بعد تنخواہ مقرر کر دو، جب تنخواہ دے چکو تو کھال بھی دے دو کیونکہ وہ بھی غریب ہے اور کھال میں غریبوں ہی کا حق ہے،تو ہم مؤذنوں کے خیر خواہ ہیں کہ تنخواہ الگ دلوائی کھال الگ دلوائی۔

ہاں یہ جو میں نے کہا کہ کھال بھی دے دو یہ صیغہ وجوب کا نہیں بلکہ امر مستحب ہے، یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ان کی خاطر سے غیر واجب کو ہم واجب کہہ دیں۔

اور یاد رکھو کہ اگر امام ومؤذن کو مسجد میں مقرر کرتے وقت کھال دینے یا نہ دینے کا ذکر بھی نہ ہو تب بھی کھال دینا جائز نہیں کیونکہ المعروف کالمشروط یعنی معروف مثل مشروط کے ہوتا ہے،تو نہ سکوت جائز ہے نہ شرط،ہاں یہ جائز ہے کہ اس وقت نفی کر دو اور وقت پر دے دو۔[2]

فائدہ : یہ حکم اس وقت اور اس علاقہ کا ہے جہاں مؤذن وغیرہ کو قربانی کی کھال تنخواہ میں دینے کا عرف ورواج ہو، ورنہ جہاں اس کا رواج نہ ہو تو محض سکوت بھی جائز ہے،صراحۃً نفی کرنا کہ ''تم کو کھال نہ دی جائے گی'' ضروری نہیں۔واللہ اعلم۔مرتب

---

[1] [2] تعظیم الشعائر،ص ۲۳۴

کلہ اور پارچے کمینوں کا حق نہیں

اور ایک مسئلہ یہ ہے کہ کلہ پارچوں میں کمینوں کا حق سمجھا جاتا ہے تو اگر حق الخدمت سمجھ کر دیا تو اس قدر گوشت کے برابر صدقہ کرنا واجب ہے گو لوگ تو یہ کہا کرتے ہیں کہ قربانی ہی نہ ہوگی تا کہ لوگ اس کو چھوڑ دیں اور بالکل نہ کریں کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس قدر گوشت کی قیمت کا صدقہ کر دو تو لوگ دینا تو چھوڑیں گے نہیں اور صدقہ بھی نہ کریں گے مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا، احکام صاف صاف ہم کو بیان کر دینا چاہئے جس کا دل چاہے مانے یا نہ مانے۔[۱]

قربانی کی کھال خود استعمال کرنا بھی جائز ہے

اور کسی مالدار کو خود کھال کا دے دینا یا اپنے کام میں لانا (بغیر کسی کراہت وقباحت کے) جائز ہے۔ مثلاً ڈول (یا تھیلا وغیرہ) بنوالو، مگر ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر اپنے کام میں لاؤ اور وہ شئی پرانی ہو کر فروخت ہو تو یہ دام پھر خیرات کرنے پڑیں گے۔ جیسے ڈول (یا بستر) بنوالیا اور وہ پرانا ہو گیا اور اس کو فروخت کیا تو ان داموں کو خیرات کرنا ضروری ہے، اور اس کا مصرف بھی وہی ہے جو تازی کھال کے داموں کا ہے کہ سید کو اور مالدار کو اس کا دینا ناجائز ہے۔[۲]

قربانی کے بعض مسائل میں غریب اور مالدار کا فرق

ایک مسئلہ یاد کرنے کے قابل اور ہے جس کی بہت ضرورت ہوتی ہے کہ اگر مالدار (صاحب نصاب) قربانی کرے تو اس کے اور احکام ہیں اور (اگر غریب قربانی کرے تو اس کے اور احکام ہیں)

---

۱ تعظیم الشعائر ص ۲۳۳ ۲ تعظیم الشعائر ص ۲۳۵

اگرقربانی کرنے والا مالدار ہوتو یہ حکم ہے کہ اگروہ کوئی حصہ خریدے تو اس کو جائز ہے کہ اس کے عوض میں دوسرا بدل لے اوراگردوسرا حصہ خریدلیا اور پہلا بھی موجود تھا تو اس کے ذمہ ایک ہی واجب ہے۔لیکن اگر دوسرا حصہ پہلے سے کم قیمت کا ہوتو درمیانی قیمت کا صدقہ کرنا مستحب ہے۔مثلاً پہلا حصہ تین سوروپئے کا تھا اوردوسرا حصہ دوسوروپئے کا تو مالدار کوسوروپئے صدقہ کردینا مستحب ہے۔ اوراگردونوں (جانوروں) کوذبح کردے تو بہتر ہے۔

اوراگروہ (قربانی کرنے والاغریب) محتاج ہے تو اس کاحکم یہ ہے کہ اسکے ذمہ ابتداءقربانی واجب نہیں مگر جانورخریدنے سے واجب ہوجاتی ہے(جبکہ قربانی کی نیت سے جانورخریداہو) توجتنے جانور یاجتنے حصے(قربانی کی نیت سے) خریدے گا سب کی قربانی واجب ہوجائے گی۔البتہ اگرحصہ اپنابدل لےتو ایک ہی حصہ واجب رہتا ہے۔

اورحصوں کے وجوب میں لوگ کہا کرتے ہیں کہ غریب پرزیادہ سختی ہے۔حالانکہ شریعت نے کیا کیا اس نے خود اپنے اوپر سختی کی کہ اول ایک جانورخریدا پھردوسرا خریدلیا توشریعت نے سختی کہاں کی بلکہ اس کی تو یہاں تک رعایت ہے کہ اگرغریب کا جانورمرجائے تواس کے ذمہ سے قربانی ساقط ہے، دوسرا جانورخریدنا واجب نہیں اوراگر مالدار کا جانور مرجائے تو دوسرا خرید کرقربانی کرنی پڑے گی۔ پس مسئلہ یہ ہے کہ اگر مالدار اپنے حصہ کو یا جانورکوتبدیل کرے تو جائز ہے۔مگر درمیانی قیمت کا صدقہ واجب ہے، اوراگر مالدار نے قربانی کی نیت سے کئی جانورخریدلئے تو اس کے ذمہ ایک ہی واجب ہے،اورفقیراگرایک دوتین جانورخریدلےتو سب کی قربانی واجب ہے۔خوب سمجھ لو۔

مگرحصہ بدلنے کی صورت نازک ہے۔اگرغریب نے ایک حصہ خریدا، پھراسکوبدلنا چاہا تو اگر یہ کیا کہ دوسرا حصہ خرید کر پھرنیت پہلے کے بیچنے کی رکھی تو اس صورت میں دونوں واجب ہوگئے،تواس کو یوں کرنا چاہیئے کہ دوسرا حصہ پہلے دوسرے آدمی کوخریدنے دےاس کے بعداپنے حصے سے بدل لےتو غریب کوشریک قربانی کرنا مشکل ہے۔[1]

[1] تعظیم الشعائر ملحقہ سنت ابراہیمؑ ص ۲۳۹

مالدار اور غریب کے مسئلہ میں ایک اشکال اور اس کا جواب

سوال: بہشتی زیور میں مسئلہ لکھا ہے کہ ''اگر قربانی کا جانور کہیں گم ہوگیا اس لئے دوسرا خریدا پھر وہ پہلا بھی مل گیا اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہو تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہوگی''۔ یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ غریب پر دونوں جانور کا بار اور امیر پر صرف ایک جانور کا بار۔

الجواب: اس بار کی وجہ خود اس غریب کا دوسرا جانور خرید کر لینا ہے، اگر یہ دوسرا جانور نہ خریدتا تو اس کے ذمہ کچھ بھی نہ تھا، پھر اگر پہلا بھی مل جاتا تو اس کے ذمہ وہی ایک رہتا کہ وہ بھی خریدنے ہی سے واجب ہوا تھا سو جب اس نے دوسرا خرید لیا وہ بھی واجب ہوگیا، اور امیر آدمی پر خود شروع سے قربانی واجب ہے گو نہ خریدے تب بھی خریدنا واجب ہے، اور یہ واجب ایک ہے پس خواہ یہ کتنے ہی خریدے وہ ایک ہی واجب رہے گا، اور اگر پہلا نہ ملتا تو دوسرا خریدنا واجب ہوتا، اور غریب آدمی جتنے خریدتا جائے گا سب واجب ہو جائیں گے۔[1]

بٹائی کے جانور کی قربانی نہ کرنا چاہیے

ایک صورت یہ ہے کہ جانور کی ملک تو ہو جاتی ہے مگر خبیث ہوتی ہے جیسے حصہ پر جانور لیتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص نے اپنی گائے کا بچہ کسی دوسرے کو پالنے کے واسطے دیا اور اجرت یہ قرار دی کہ جب یہ بڑا ہو جائے گا تو اسکی قیمت لگا کر نصف نصف بانٹ لیں گے۔ یا تو مالک آدھی قیمت دے کر اس کو لے لے گا یا پالنے والا آدھی قیمت دے کر لے لے گا۔ یہ عقد ناجائز ہے، مگر پہلی صورت میں کہ مالک نے پالنے والے کو آدھی قیمت دے کر جانور اپنے پاس رکھا اس جانور میں کوئی خباثت نہیں وہ حلال طیب ہے، اگرچہ عقد فاسد کرنے کا گناہ ہوگا۔ اور دوسری صورت میں کہ پالنے والا جانور کو لے اور مالک کو آدھی قیت دے اسکی ملک خبیث ہے اور برابر خبیث رہے گی اس

[1] امداد الفتاویٰ ص ٥٦٦ ج ٣

لئے ایسے جانور کی بھی قربانی جائز نہیں کیونکہ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَایَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبٌ ۔اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاک ہی چیز کو قبول فرماتے ہیں۔اگرچہ قربانی کر دینے سے واجب ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔مگر مقبول نہیں۔[1]

[1] تعظیم الشعائر، ص ۲۳۳

باب۱۰

قربانی کے مختصر فضائل ومسائل، طریقہ

ماخوذ از بہشتی زیور

قربانی کی فضیلت

قربانی کا بڑا ثواب ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے قربانی کرتے وقت یعنی ذبح کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہو جاتا ہے۔ تو خوب خوشی سے اور خوب دل کھول کر قربانی کیا کرو اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ سبحان اللہ بھلا سوچو تو کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ثواب ہوگا کہ ایک قربانی کرنے سے ہزاروں لاکھوں نیکیاں ملجاتی ہیں۔ بھیڑ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک گنے تب بھی نہ گن پاوے۔ پس سوچو تو کتنی نیکیاں ہوئیں۔ بڑی دینداری کی بات تو یہ ہے کہ اگر کسی پر قربانی کرنا واجب بھی نہ ہو تب بھی اتنے بے حساب ثواب کے لالچ سے قربانی کر دینا چاہئے کہ جب یہ دن چلے جاویں گے تو یہ دولت کہاں نصیب ہوگی۔ اور اتنی آسانی سے اتنی نیکیاں کیسے کما سکے گا اور اگر اللہ نے مالدار اور امیر بنایا تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے جو رشتہ دار مر گئے ہیں جیسے ماں باپ وغیرہ ان کی طرف سے بھی قربانی کر دے کہ ان کی روح کو اتنا بڑا ثواب پہنچ جاوے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کی بیبیوں کی طرف سے اپنے پیر وغیرہ کی

طرف سے کر دے اور نہیں تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے، جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے، اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے پھر بھی اس نے قربانی نہ کی اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم اور کون ہوگا اور گناہ رہا سوا لگ۔

قربانی کا طریقہ

جب قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹا دے تو پہلے یہ دعا پڑھے۔ اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ

پھر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

مسئلہ: قربانی کرتے وقت زبان سے نیت پڑھنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں ہے اگر دل میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط بسم اللہ اللہ اکبر، کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہوگئی اگر یاد ہو تو وہ دعا پڑھ لینا بہتر ہے جو اوپر بیان ہوئی۔

مسئلہ: اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے، اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو کسی اور سے ذبح کروالے اور ذبح کے وقت وہاں جانور کے سامنے کھڑا ہو جانا بہتر ہے، اور اگر (کسی عورت کے نام کی قربانی ہے اور وہ) ایسی جگہ ہے کہ پردہ کی وجہ سے سامنے نہیں کھڑی ہوسکتی تو بھی کچھ حرج نہیں۔

قربانی کا وجوب

مسئلہ : جس پر صدقۂ فطر واجب ہے اس پر بقرعید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو جتنے کے ہونے سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دیوے تو بہت ثواب پاوے۔

مسئلہ : مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ : دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ سفر میں تھا پھر بارہویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے گھر میں پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا اسی طرح اگر پہلے اتنا مال نہ تھا اس لئے قربانی واجب نہ تھی پھر بارہویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ :قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے اولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہو گئی لیکن اپنے ہی مال میں سے کرے اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔

قربانی کا وقت

مسئلہ : بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کرنے کا سب سے بہتر دن بقرعید کا دن ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ :بقرعید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے، جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب کرے البتہ اگر کوئی کسی دیہات میں اور گاؤں میں رہتا ہو تو وہاں طلوع صبح صادق کے بعد بھی قربانی کر دینا درست ہے، شہر کے اور قصبہ کے رہنے والے نماز کے بعد کریں۔

مسئلہ :اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دیوے تو اس کی قربانی بقرعید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے، اگرچہ خود وہ شہر ہی میں موجود ہے لیکن جب قربانی دیہات میں بھیج دی تو نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہو گیا۔ ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوا لے اور گوشت کھاوے۔

مسئلہ :بارہویں تاریخ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قربانی کرنا درست ہے، جب سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کرنا درست نہیں۔

مسئلہ :دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

قربانی کے جانور اور ان کے حصے

مسئلہ : بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی اتنے جانوروں کی قربانی درست ہے، اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : گائے بھینس اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کھانے کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو گا تو کسی کی قربانی درست نہ ہو گی۔ نہ اسکی جس کا پورا حصہ ہے نہ اسکی جس کا ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ :اگر گائے میں سات آدمیوں سے کم لوگ شریک ہوئے جیسے پانچ آدمی شریک ہوئے یا چھ آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب بھی سب کی قربانی درست ہے، اور اگر آٹھ آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

مسئلہ :قربانی کے لئے کسی نے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اسکو بھی گائے میں شریک کر لیں گے اور ساجھے میں قربانی کریں گے۔ اس کے

بعد کچھ اور لوگ اس گائے میں شریک ہو گئے تو یہ درست ہے، اور اگر خریدتے وقت اس کی نیت شریک کرنے کی نہ تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا تو اب اس میں کسی اور کا شریک ہونا بہتر تو نہیں ہے لیکن اگر کسی کو شریک کر لیا تو دیکھنا چاہئے کہ جس نے شریک کیا ہے وہ امیر ہے کہ اس پر قربانی واجب ہے یا غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں اگر امیر ہے تو درست ہے اور اگر غریب ہے تو ردرست نہیں۔

مسئلہ :اگر قربانی کا جانور کہیں گم ہو گیا اس لئے دوسرا خریدا پھر وہ پہلا بھی مل گیا اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہے اور اگر غریب آدمی کو ایسا اتفاق ہوا تو دونوں جانوروں کی قربانی اس پر واجب ہوگی۔

مسئلہ :سات آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت بانٹتے وقت اٹکل سے نہ بانٹیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں نہیں تو اگر کوئی حصہ زیادہ کم رہے گا تو سود ہو جاوے گا اور گناہ ہوگا البتہ اگر گوشت کے ساتھ پائے اور کھال کو بھی شریک کر لیا تو جس طرف کلہ پائے یا کھال ہو اس طرف اگر گوشت کم ہو درست ہے۔ چاہئے جتنا کم ہو جس طرف گوشت زیادہ تھا اس طرف کلہ پائے شریک کئے تو بھی سود ہو گیا اور گناہ ہوا۔

کس قسم کے جانوروں کی قربانی درست نہیں

مسئلہ : بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اور گائے بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں۔ پورے دو برس ہو چکیں تب قربانی درست ہے۔ اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔ اور دنبہ یا بھیڑ ا اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دو تو کچھ فرق نہ معلوم ہو تو ایسے وقت چھ مہینے کے دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہئے۔

مسئلہ : جو جانور اندھا ہو یا کانا ہو کہ ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا، یا تہائی دم یا تہائی سی زیادہ کٹ گئی ہو تو اس جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا اسکی بھی قربانی درست نہیں اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے تو چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ : اتنا دبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے اور اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ حرج نہیں اس کی قربانی درست ہے، لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ : جس جانور کے بالکل دانت نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں ان سے زیادہ باقی ہیں تو اسکی قربانی درست ہے۔

مسئلہ : جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے اور اگر کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ : جس جانور کے پیدائش ہی سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے اسکی قربانی درست ہے، البتہ اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ : خصی یعنی بدھیا بکرے اور مینڈھے وغیرہ کی بھی قربانی درست ہے، جس جانور کے کھجلی، خارش ہو اس کی بھی قربانی درست ہے، البتہ اگر خارشت کی وجہ سے بالکل لاغر ہو گیا ہو تو درست نہیں۔

مسئلہ : اگر جانور قربانی کے لئے خرید لیا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر کے قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی واجب نہیں تو اس کے واسطے درست ہے، وہی جانور قربانی کر دے۔

قربانی کے گوشت اور کھال سے متعلق ضروری مسائل

مسئلہ :قربانی کا گوشت آپ کھاوے اور اپنے رشتے ناتے کے لوگوں کو دیدے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کرے اور بہتر یہ ہے کہ کم سے کم تہائی حصہ خیرات کرے۔ خیرات میں تہائی سے کمی نہ کرے لیکن اگر کسی نے تھوڑا ہی گوشت خیرات کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

مسئلہ: قربانی کی کھال یا تو یوں ہی خیرات کر دے اور یا بیچ کر اسکی قیمت خیرات کر دے وہ قیمت ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور قیمت میں جو پیسے ملے ہیں بعینہٖ وہی پیسے خیرات کرنا چاہئے اگر وہ پیسے کسی کام میں خرچ کر ڈالے اور اتنے ہی پیسے اور اپنے پاس سے دے دیئے تو بری بات ہے مگر ادا ہو جاویں گے۔

مسئلہ :اس کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں ۔خیرات ہی کرنا چاہئے۔

مسئلہ :اگر کھال کو اپنے کام میں لاوے جیسے اسکی چھلنی بنوالی یا مشک یا ڈول یا جائے نماز بنوالی یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ : کچا گوشت یا چربی یا چھیچھڑے قصائی کو مزدوری میں نہ دیوے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دیوے۔

مسئلہ : قربانی کی رسی جھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔

مسئلہ :کسی پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس جانور کی قربانی واجب ہو گئی۔

مسئلہ :کسی پر قربانی واجب تھی لیکن قربانی کے تینوں دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دیوے اور اگر بکری خرید لی تھی تو وہی بکری بعینہٖ خیرات کر دے۔

مسئلہ : جس نے قربانی کرنے کی منت مانی پھر وہ کام پورا ہو گیا جس کے واسطے منت مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے۔ چاہے مالدار ہو یا نہ ہو اور منت کی قربانی کا سب گوشت فقیروں کو خیرات کر دے نہ آپ کھائے نہ امیروں کو دیوے۔ جتنا آپ نے خود کھایا ہو یا امیروں کو دیا ہوا تنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ : اگر اپنی خوشی سے کسی مُردے کو ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کرے تو اس کے گوشت میں سے خود کھانا، کھلانا بانٹنا سب درست ہے، جس طرح اپنی قربانی کا حکم ہے۔

مسئلہ : لیکن اگر کوئی مردہ وصیت کر گیا ہو کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کی جاوے اور اس کی وصیت پر اسی کے مال سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کے تمام گوشت وغیرہ کا خیرات کر دینا واجب ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص یہاں موجود نہیں اور دوسروں نے اسکی طرف سے بغیر اس کے امر کے قربانی کر دی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ بدون اسکے امر کے تجویز کر لیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہ ہو گی۔

مسئلہ : اگر کوئی جانور کسی کو حصہ پر دیا ہے تو یہ جانور اس پرورش کرنے والی کی ملک نہیں ہوا بلکہ اصل مالک کا ہی ہے۔ اس لئے اگر کسی نے اس پالنے والے سے خرید کر قربانی کر دی تو قربانی نہیں ہوگی۔ مگر ایسا جانور خریدنا ہو تو اصل مالک سے جس نے حصہ پر دیا ہے خرید لیں۔

مسئلہ : اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب گوشت کو آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ یکجا ہی فقراء واحباب کو تقسیم کرنا، یا کھانا پکا کر کھلانا چاہیں تو بھی جائز ہے، اگر تقسیم کریں گے تو اس میں برابری ضروری ہے۔

مسئلہ : قربانی کی کھال کی قیمت کو اجرت میں دینا جائز نہیں کیونکہ اس کا خیرات کرنا ضروری ہے

مسئلہ : قربانی کا گوشت کافروں کو بھی دینا جائز ہے، بشرطیکہ اجرت میں نہ دیا جائے۔

مسئلہ اگر کوئی جانور گابھن ہو تو اسکی قربانی جائز ہے، پھر اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے

---

[1] بہشتی زیور، جلد ۳، ص ۱۵۸ تا ۱۶۳

باب ۱۱

مسافر قربانی کرنے پر قادر ہو تب بھی اس پر قربانی واجب نہیں

سوال ۶۲۳: مسافر جو مکان میں صاحب نصاب ہے اس کو حالت سفر میں اگر قربانی وفطرہ دینے کی قدرت ہو تو اس پر قربانی یا فطرہ واجب ہوگا یا نہیں اور اگر فی الحال سفر میں مقدار نصاب مال ساتھ نہیں ہے لیکن بوقت ضرورت منگانے پر قادر ہے ایسے شخص پر کیا حکم ہے۔

جواب: ایسے مسافر پر نہ صدقہ فطرہ واجب ہے نہ قربانی اور اگر اس مسافر کے پاس نصاب ساتھ بھی موجود ہو تو قربانی پھر بھی واجب نہیں مگر صدقہ فطر واجب ہے لیکن اگر ایام قربانی میں مقیم ہو گیا تو پھر قربانی واجب ہو جائے گی، سفر سے مراد سفر شرعی ہے (یعنی ۷۷ ستتر کلومیٹر کا سفر) وتجب الأضحية وشرائطها : الإسلام والاقامة واليسار (درمختار)[۱]

جس کا روپیہ کمپنی میں لگا ہو پاس کچھ نہ ہو تو قربانی واجب ہے یا نہیں؟

سوال: بکر صاحب نصاب ہے مگر اس کا روپیہ تجارتی کمپنی میں دیا ہے اور بغیر ایک سال گزرے روپیہ مل نہیں سکتا غرض بکر کے قبضہ میں نہیں (یعنی ملک ہے قبضہ نہیں) اور بکر اس وقت افلاس کی حالت میں ہے قربانی کرنے کو روپیہ نہیں ہے، نہ قرض مل سکتا ہے تو کیا کیا جائے

الجواب: اگر کوئی چیز ضرورت سے زائد فروخت کر کے قربانی کر سکے تو واجب ہوگی ورنہ نہیں[۲]

---

[۱] امداد الفتاوی صفحہ ۵۵۹ ج ۳ [۲] ردالمحتار، امداد الفتاوی ص ۵۵۳ ج ۳

بجائے قربانی کے اتنی رقم خیرات کرنا جائز نہیں

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ جو جنگ آج کل جاری ہے جس کا منشاء قطعی طور پر سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ عیسائی سلطنتیں اسلام کو خدانخواستہ مٹانا چاہتی ہیں اور اگر اس لڑائی میں ترکوں کو شکست ہوگئی تو بظاہر پھر حرمین شریفین کی حفاظت کی اور کوئی صورت نظر نہیں آتی کیا ایسی حالت میں یہ جائز ہے کہ بجائے قربانی کرنے کے جانور کی قیمت ترکوں کے امدادی سرمایہ میں دے دی جائے اگر ایسا کیا جائے تو کیا مسلمان قربانی کے فریضہ سے سبکدوش ہو سکتے ہیں۔

اور جو لوگ قربانی کریں ان کو اس موقعہ پر قربانی کی کھال سرمایہ مذکور یعنی ترکوں کی امداد میں دینا بہتر ہے یا مدارس اسلامیہ میں دینا افضل ہے۔

الجواب : خود قربانی کی قیمت دینے سے تو واجب قربانی ادا نہ ہوگی اگر کسی نے ایسا کیا گناہ گار ہوگا، **لان الابدال لاتنصب بالرأی کما صرح به الفقهاء**

البتہ چرم قربانی کی قیمت اس وقت مدارس میں دینے کی نسبت اس چندہ میں دینا بہتر ہے ہاں ضرورت شدیدہ مستثنیٰ ہے۔

شرعی حیلہ:

لیکن اس چرم قربانی کی قیمت کا دینا اس طرح ہونا چاہئے کہ اول کوئی مسکین کوئی خاص مقدار روپیہ کسی سے قرض لے کر اس چندہ میں داخل کرے پھر چرم کی قیمت اس مسکین کو بطور مالک دے دی جائے ،اور وہ مسکین اس سے اپنا قرضہ ادا کرے ،اگر چرم کی قیمت براہ راست اس چندہ میں دے دیجائے گی ادا نہ ہوگی (کیونکہ مالک بنانا ضروری ہے)[1]

---

[1] امداد الفتاوی ص ۵۵۵ ج ۳

قربانی نہیں کی تو اب اس کی قیمت کا باپ، دادا، اولاد کے علاوہ کسی غریب کو صدقہ کرنا ضروری ہے

سوال: قربانی جس کے ذمہ واجب تھی اس نے اپنی سستی سے ایام قربانی میں نہ کی، ایام گزرنے کے بعد جب وہ قربانی کی قیمت خیرات کرے تو اصول یا فروع (یعنی باپ دادا اولاد) یا کافر کو خیرات کرسکتا ہے اگر وہ مفلس حاجت مند ہوں یا نہ ہوں۔

الجواب: فقہا کے کلام میں اس باب میں یہ الفاظ ہیں (تصدق بقیمتها) جو وجوب تصدق پر دال ہے (یعنی جس کا مقتضی یہ ہے کہ صدقہ کرنا واجب ہے) اور صدقہ واجبہ کا مذکورین فی السوال (باپ دادا اولاد کافر جن کا سوال میں ذکر کیا گیا ان) پر صرف کرنا جائز نہیں ۔[1]

کئی لوگوں کی طرف سے قربانیاں کر دیں لیکن جانور نامزد متعین نہیں کیا تو قربانی ہوگی یا نہیں

سوال: زید اور عمر دو بھائی ہیں، ان کا مال ایک جگہ جمع ہے اور کھانا پینا علیحدہ ہے یہ ہمیشہ اس مال میں سے قربانی کرتے ہیں، مگر اس طریقہ سے کرتے ہیں کہ حصہ مقرر نہیں کرتے صرف دو حصہ ہوتے ہیں، اور کبھی چار ہو جاتے ہیں، کہ ایک ماں کا، ایک باپ کا، آیا اس طریقہ سے قربانی کرنے سے درست ہو جائے گی یا نہیں، اگر اس طریقہ سے درست نہ ہو تو طریقہ بتلا دیجئے۔

الجواب: صورت مسئولہ میں قربانی درست ہو جائے گی ۔[2]

باقی بہتر یہ ہے کہ ہر جانور پر ایک خاص شخص کا نام لگا دیا جائے کہ یہ فلانے کی طرف سے ہے اور وہ فلانے کی طرف سے، اور وہ فلانے کی طرف سے ۔[3]

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۵۱ [2] عالمگیری ص ۲۰۵ ج ۶ [3] امداد الفتاویٰ ص ۵۶۲ ج ۳

فصل ۱ : جانور سے متعلق ضروری مسائل

خصی جانور کی قربانی

سوال :خصی تین طرح کے ہوتے ہیں،ایک کے خصیئے مل دیئے جائیں،اور دوسرے کے چڑھا دیتے ہیں اور تیسرے کے نکال دیتے ہیں، ان تینوں میں کون درست ہے، یا تینوں درست ہیں،اور جبکہ خصیہ نکل گیا تو تہائی سے زیادہ عضو بلکہ ثابت عضو جاتا رہا۔

الجواب: تینوں درست ہیں،اور یہ عضو چونکہ مقصود نہیں بلکہ اس اخصاء سے گوشت اور بھی عمدہ ہوجاتا ہے،لہذا اس کا ذھاب (یعنی نکل جانا) مضر نہیں،جیسا کہ عالمگیری میں مجبوب (مقطوع الذکر) کی قربانی کا جواز مصرح ہے۔

سوال:خصی کرنے کے عموماً دوطریقے ہیں ایک یہ کہ مخصوص رگ کو کاٹ کر یا مسل کر، دوسرے شگاف دے کر عضو مخصوص کو قطعی نکال کر ان میں قربانی کس کی درست ہے۔

الجواب :فقہا کے اطلاق سے دونوں صورت جواز کی ہیں اگر دوسری صورت میں عضو فوت ہونے کا شبہ ہو تو فوت وہ مانع ہے جس سے قیمت کم ہوجاتی ہو اور اس سے قیمت اور بڑھ جاتی ہے لہذا مضر نہیں۔

(الغرض) خصی جانور کی قربانی درست ہے خواہ عضو چیر کر نکال دیا ہو یا مل کر بیکار کردیا ہو۔[۱]

تنبیہ : بعض لوگ بدھیا جانور کی قربانی درست نہیں سمجھتے سو یہ خیال غلط ہے بلکہ بدھیا (یعنی خصّی) جانور کی تو اور زیادہ فضیلت ہے۔ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بدھیا دنبہ کی قربانی فرمائی۔[۲]

---

[۱] امداد الفتاویٰ ص ۵۵۰۔ص ۵۴۹ ج ۳ [۲] اغلاط العوام ملحقہ اصلاحی نصاب ص ۵۰۵

مخنث جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں

سوال: "فی العالمگیریة لایجوز التضحیة بالشاة الخنثی لان لحمها لاینطبخ، وفی الدر المختار ولا بالخنثیٰ لان لحمها لا ینضج" یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے اتفاقاً خنثی بکرے کی قربانی کر لی اور وہ علت عدم جواز کی نہ پائے گئی یعنی گوشت اچھی طرح سے پک گیا تو قربانی جائز ہوگی یا نہیں، خنثی سے مطلق خنثی مراد ہے یا خنثی مشکل یہاں کے علماء اس باب میں دو فریق ہو گئے ،حضرت کے جواب کے لئے سب منتظر ہیں،

الجواب: درمختار کے قول مذکور کے تحت صاحب ردالمحتار نے کہا ہے "وبهذا التعليل اندفع ما أورده ابن وهبان من أنها لاتخلوا إما أن تكون ذكراً أو انثى وعلى كل تجوز" [1]

اس تقریر سے دو امر مستفاد ہوئے ایک یہ کہ لان لحمها علت ہے حکمت نہیں اور ظاہر ہے کہ علت کے ارتفاع سے حکم مرتفع ہوجاتا ہے پس جب گوشت اچھی طرح پک گیا تو قربانی کو صحیح کہا جائے گا، دوسرا امر یہ مستفاد ہوا کہ خنثی سے مراد خنثی مشکل ہے مطلق خنثی نہیں "كما يدل عليه قوله " لاتخلوا إما أن تكون ذكراً أو انثى " ورنہ ظاہر ہے کہ غیر مشکل کا ذکر یا انثیٰ ہونا متعین ہے، اور اس تقریر سے سوال کے دونوں جزو کا جواب ہوگیا۔[2]

بانجھ جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں

سوال: بانجھ گائے کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک وہ جو شروع سے ہی نہیں جنتی، دوسرے وہ جو ایک بچہ جن کر پھر نہ جنے تو ایسی گائے کی قربانی درست ہے یا نہیں ؟

الجواب: درست ہے۔[3]

---

[1] ص ۳۱۷ ج ۵ [2] امداد الفتاویٰ ص ۵۷۲۔ ج ۔ [3] امداد الفتاویٰ ص ۵۵۹۔ ج ۔۳

گابھن جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں

سوال: ایک گائے قربانی کی نیت سے خریدی گئی، خریدنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تو گابھن ہے اور گابھن گائے کی قربانی کو عالمگیری میں مکروہ لکھا ہے، تو اس کے عوض دوسری گائے خرید کر قربان کردے، یا اسی کو رہنے دے، اور سال آئندہ اس کو مع اس کے بچے کے قربانی کردے، قربانی کرنے والا غنی ہے، اور زمانہ قربانی کا ہے۔

الجواب: اگر بچے میں جان نہ پڑی ہو تب تو (اس کے جواز میں) شبہ ہی نہیں ورنہ بہتر ہے کہ دوسری کرلے اور اس گابھن کو جو چاہے کرے البتہ اگر دوسری گائے کم قیمت کی ہو تو قیمت میں جتنا فرق ہے اس کے بقدر خیرات کردے۔[1]

جس جانور کا سینگ ٹوٹ جائے یا خول اتر جائے

جس گائے کا ایک سینگ کا خول اتر جائے اور سینگ کی گودی نہ ٹوٹے اس کی قربانی درست ہے[2]

سوال: ایک گائے کے دونوں سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے اور اندر کے گودے یعنی ہڈی نہیں ٹوٹی ہے تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: جب گائے کے سینگ ٹوٹ گئے تو اندر کی جو ہڈی جوڑ کی ہے جس کے اندر مغز ہے وہاں تک شکستگی پہنچ گئی پس اس کی قربانی جائز نہیں، گو اندر کی ہڈی نہ ٹوٹی ہو۔[3]

جس جانور کا ایک تھن گر ایا کٹا ہو اس کی قربانی

سوال: ایک گائے جس کا ایک تھن گر گیا ہے اور تین باقی ہیں قربانی کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب: فی ردالمحتار ”وفی الابل والبقر إن ذهبت واحدة يجوز أو إثنتان لا“ (یعنی اونٹ اور گائے میں اگر ایک تھن گر گیا تو جائز ہے اور اگر دو ضائع ہوگئے تو جائز نہیں) اس سے معلوم ہوا کہ ایسی گائے کی قربانی جائز ہے۔[4]

---

[1] امدادالفتاویٰ ص۵۵۹ ج۳ [2] امدادالفتاوی ج۳ [3] (امدادالفتاویٰ ص۵۴۳۔ج۔۳ [4] امدادالفتاویٰ ص۵۶۳ ج۳

جس بکری کی پرورش سور کے دودھ سے ہوئی ہو اس کی قربانی

بکری کا بچہ جس نے سور کے دودھ سے پرورش پائی ہو حلال ہے، اس کی قربانی بھی درست ہے لیکن کئی روز تک اس کو دوسرا چارا دینا چاہیئے۔[1]

سال پورا ہونے میں صرف ایک دو دن کم ہیں تب بھی اس کی قربانی درست نہیں

سوال: قربانی کا جانور مثلا بکرا اگر پورا سال ہونے میں ایک آدھ روز کم ہو تو اس کی قربانی ہوسکتی ہے، یا نہیں؟ اسی طرح گائے کے دو سال پورا ہونے میں بھی ایک دو روز کم ہوں تو قربانی ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب: نہیں ہوگی" حتی لو ضحی باقل من ذلک شیئا لاتجوز"[2]

سوال: ایک بکرا نہایت فربہ (تندرست) تیار ہوگیا ہے جوان ہے دانت بھی ہیں مگر سال پورا ہونے میں آٹھ یوم کم ہیں اس کی قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب: صورت مسئولہ میں اس کی قربانی درست نہیں ہے۔[3]

کانجی ہاؤس سے نیلامی کا جانور خرید کر قربانی کرنا

کانجی ہاؤس کا عملہ مستولین کے نائب ہیں پس استیلاء تملکاً سے وہ جانور سرکار کی ملک ہوجائے گا، لہذا بیع کے وقت اس کو خریدنا جائز ہے، اور جب یہ بیع صحیح سے ملک میں داخل ہوگیا قربانی بھی اس کی درست ہے، البتہ عرفاً بدنامی کا موجب ہے اس لئے بلا ضرورت بدنام ہونا بالخصوص مقتدا کے لئے زیبا نہیں۔[4]

---

[1] امداد الفتاویٰ ص۵۴۰۔ج۳ [2] عالمگیری ص۱۹۹۔ج۶ [3] عالمگیری، امداد الفتاویٰ ص۵۶۸۔ج۳
[4] امداد الفتاویٰ ص۔۵۴۱۔ج۳

فصل ۲ : کھال اور گوشت کے متعلق اہم مسائل

قربانی کی کھال کا حکم

قربانی کی کھال (اگر فروخت کر دی جائے تو اب اس کی) قیمت کا صدقہ کرنا بطور تبرع کے واجب ہے (چونکہ)چرم قربانی میں تملیک واجب ہے لہذا جس صورت میں تملیک وقبضہ نہ ہو جیسے مساجد، وغیرہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

چندہ ریلوے میں تملیک نہیں ہوتی ،اسی لئے اس میں دینے سے ادا نہ ہوگا۔[۱]

بیچی ہوئی کھال کی قیمت کا مصرف

فائدہ :قربانی کا گوشت پوست خواہ اپنے کام میں لائے خواہ کسی کو ہدیۃً یا صدقۃً دے، مالک کو اختیار ہے لیکن فروخت کر کے اپنے کام میں لانا جائز نہیں۔اور اگر فروخت کیا تو اس کا مصرف مثل زکوٰۃ کے ہے۔اسی طرح جو مالک کا نائب ووکیل ہے اس کو بھی اس قاعدہ کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

تنبیہ : اکثر مدارس عربیہ میں قربانی کی کھال کے داموں کو مہتمم جہاں مدرسہ میں ضرورت ہوتی ہے صرف کرڈالتا ہے یہ بے احتیاطی ہے،صرف مصارفِ زکوٰۃ میں اس کو صرف کرنا چاہئے۔[۲]

مدرسہ میں قربانی کی کھال صرف کرنے سے متعلق ضروری احکام

سوال ۵۶۵: قربانی کی کھال یا اس کی قیمت مدارس میں دینا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو مدرسہ کا متولی مہتمم ضرورت کے وقت کھال کو فروخت کر کے کتابیں فرش وغیرہ بنانا یا خریدنا بلا تملیک جائز ہے یا نہیں ؟

---

[۱] امداد الفتاویٰ ص۵۳۴۔و۵۴۰۔ج ۳ [۲] (فروع الایمان ص ۷۰ ملحقہ اصلاحی نصاب

الجواب : مدارس میں مصارف مختلف ہیں، جائز مصرف میں صرف کرنے کے لئے مدارس میں دینا درست ہے اور متولی ومہتمم تو مالک کا وکیل ہوتا ہے، جو تصرف مالک کو درست ہے متولی کو بھی درست ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) یا تو کھال کسی حاجت مند طالب علم کو دیدے۔

(۲) یا خود کھال کی کوئی چیز بنوالی جائے جیسے کتابوں کی جلدیں یا ڈول جائے (نماز) وغیرہ بنوالے۔

(۳) یا خود کھال کے عوض اگر مل سکے ایسی چیز سے بدل لے جو باقی رہ کر کام آسکے، جیسے فرش، وکتاب ولباس اور اس جیسی چیزیں، اور یہ سب صورتیں قبل بیع ہیں (یعنی کھال کو بیچے بغیر) اور اگر کھال کو روپے کے عوض بیچ ڈالا تو اس وقت بجز اس کے کہ کسی حاجت مند کو تملیکاً دے دے، (یعنی اس کو مالک بنادے) اور کسی محل میں اس کا صرف کرنا جائز نہیں، سو ان داموں سے کتابیں یا فرش وغیرہ خریدنا درست نہ ہوگا اور اگر ایسا کیا تو ان چیزوں کا صدقہ کرنا واجب ہوگا اور صدقہ کے وقت ان کی قیمت کم ہو جائے تو اس کمی کا اپنے پاس سے ضمان دینا ہوگا، اور وہ ضمان صدقہ کیا جائے گا۔[۱]

مدرسہ کا مہتمم یا مسجد کا متولی کھال کی رقم مدرسہ میں کیوں نہیں لگا سکتا

سوال: قربانی کے بعینہ چمڑے کو یہ کہہ کر کسی مہتمم مدرسہ یا متولی مسجد کو دینا جائز ہے یا نہیں کہ اس کو بیچ کر دام یا جس طرح سے ہو سکے مدرسہ کی عمارت یا مسجد کی عمارت میں لگائے اور اس کی دلیل یا نقل کیا ہے؟۔

الجواب : یہ صریح توکیل ہے اور وکیل کو وہی تصرف جائز ہے جو موکل کو جائز ہے اور تصرف مذکور فی السوال (سوال میں جس تصرف کا ذکر کیا گیا یعنی مدرسہ ومسجد کی عمارت میں لگانا) خود موکل کو بھی جائز نہیں، لہذا وکیل کو بھی جائز نہیں۔[۲]

---

[۱] امداد الفتاویٰ ص ۵۳۵۔ ج۔۳ [۲] امداد الفتاویٰ ص ۵۶۱۔ ج ۳

مسجد کے امام یا متولی کو کھال دینا تاکہ مسجد وغیرہ میں لگادے، کیسا ہے ؟

سوال: متولی یا امام مسجد جو کہ مالدار ہے اس کو بہ نیت عمارت مسجد یا مصالح مسجد دے دینا اور اس کا فروخت کرنے کے بعد عمارت یا مصالح مسجد میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: اگر اس کو مالک بنادیا ہے تو حکم اس کا اوپر گزرا (کہ اپنے تصرف میں لانا اور فروخت کرکے بھی اپنے کام میں لانا درست ہے) لیکن اگر وہ متولی یا امام مسجد میں صرف نہ کرے تب بھی جائز ہے۔

اور اگر اس کو مالک نہیں بنایا بلکہ وکیل بنایا ہے تو اس کو کوئی ایسا تصرف کرنا جائز نہیں ہے، جو موکل کے لئے ناجائز ہو، اس لئے اس کا یہ تصرف جس کا سوال میں ذکر ہے (کہ مصالح مسجد میں اس کو صرف کردیا جائے) درست نہ ہوگا۔[۱]

قربانی کی کھال مالدار کو دینا اور اس کا بعد فروخت اپنے استعمال میں لانا درست ہے یا نہیں

سوال : چرم قربانی مالدار کو صدقہ کردینا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ مالدار فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت اپنے تصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب : جلد کا حکم مثل لحم (یعنی گوشت کی طرح ہے) جس طرح قربانی کا گوشت مالدار کو دینا جائز ہے اسی طرح کھال بھی مالدار کو دینا جائز ہے جبکہ اس کو تبرعاً دیا جائے اس کی کسی خدمت وعمل کے عوض میں نہ دیا جائے، اور جب اس غنی کی ملک کردیا جائے اس کو فروخت کرکے اپنے تصرف میں لانا بھی مثل دیگر اموال مملوکہ کے جائز ہے۔[۲]

---

[۱] امداد الفتاویٰ ص ۵۶۰ ج ۳ [۲] امداد الفتاویٰ ص ۵۶۰۔ ج ۳

مالدار کو کھال دینے کی دو شرطیں

مال دار کو بعینہ کھال دیدینا جائز ہے،لیکن اگر اس سے یہ غرض حاصل کرنا ہو کہ اہل قربانی مالدار کو دیں پھر وہ مالدار بیچ کر جہاں چاہے صرف کرے،تو اس کی صحت کے لئے دو شرطیں ہیں،اول یہ کہ دینے والے اسی کو مالک بنانے کی نیت سے دیں ایسا نہ ہو کہ ایک بار اس طریق کے مشتہر کردینے کو کافی سمجھا جائے کیونکہ جب تک دینے والے لفظی تصریح نہ کردیں کہ ہم خاص تم کو ہی دیتے ہیں،تم مالک ہو اس وقت تک ظاہر اور غالب عوام کی حالت سے یہی ہے کہ وہ مدرسہ میں صرف کرنے کی نیت سے دیں گے اور اس صورت میں وہ مالدار مالک نہ ہوگا بلکہ وکیل ہوگا،جس کا بیچنا ایسا ہوگا جیسا کہ صاحب قربانی کا بیچنا،اور پھر اس کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مالک بھی حقیقتاً بنایا جائے صرف حیلہ نہ ہو جس کی علامت اور امتحان یہ ہے کہ اگر یہ مالدار اس کو بیچ کر کے خاص اپنی ضروریات میں خرچ کرے تو اہل عطا کو ناگوار اور گراں نہ ہو،اور اس کی شکایت یا مذمت یا دل میں اس سے کدورت وانقباض نہ کریں اور اگر ان دو شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہوگی تو وہ غنی مالک ہی نہ ہوگا بلکہ وکیل ہوگا،اس کا حکم شرط اول کے بیان کے ضمن میں گزر چکا خوب سمجھ لیا جائے۔

مدرسہ چلانے کی ضرورت سے ناجائز افعال کسی طرح جائز اور مباح نہیں ہو سکتے۔[1]

قربانی کی کھال باپ دادا،اولاد،مالدار اور غیر مسلم کو بھی دینا جائز ہے

سوال : قربانی کی کھال کا جو صدقہ کرنے کا اختیار ہے اس کو اصول یا فروع (یعنی باپ دادا بیٹا پوتا) یا کافر کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۳۴ ج ۳،سوال ۵۶۳ کا جواب

الجواب: ہاں دے سکتا ہے "**فی الهداية "والـلحم بمنزلة الجلد فی الصحيح**" (گوشت اور کھال) دونوں کا حکم ایک ہے اور گوشت دینا ان سب کو جائز ہے، پس عین جلد بھی دینا درست ہے (لیکن اگر بیچ دیا تو اب اس کی قیمت غریب کو صدقہ کرنا ضروری ہے)[1]

مالدار یا سید کو کھال دینا اور اس کا فروخت کر کے اپنے کام میں لانا درست ہے

سوال ۶۳۶: قربانی کی کھال کے عین سے انتفاع جائز ہے پس اسی طرح اگر غنی یا سید کو دے دیا جائے تو بظاہر جائز معلوم ہوتا ہے، البتہ فروخت کر کے غنی کو یا سید کو (قیمت) دینا جائز نہیں ہوگا، کہ تصدق (یعنی اس کا صدقہ کرنا) واجب ہے۔

اب بعد عین کے ہبہ کر دینے کے (یعنی عین کھال کسی سید یا مالدار کو دینے کے بعد خود) سید اور غنی کو فروخت کر دینے اور قیمت اپنے مصرف میں لانے کا اختیار ہے یا نہیں ظاہر تو شق اول ہے (یعنی درست اور جائز ہے)

الجواب: سوال میں جتنا مضمون ہے سب صحیح ہے۔[2]

کھال کے بدلے جو تیل یا کوئی اور سامان لیا جائے اس سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال :۶۴۲ حضرت نے وعظ میں فرمایا تھا جس کا مطلب میں یہ سمجھا ہوں کہ قربانی کی کھال یا اس کے عوض کوئی دوسری چیز قابل استعمال بدل کر کام میں لا سکتے ہیں مگر روپیہ یا ایسی چیز جیسے تیل کہ جس کو خود استعمال نہیں کر سکتے بلکہ اس کو جلا کر روشنی سے نفع اٹھایا

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۵۲۔ ج ۳ [2] امداد الفتاویٰ ص ۵۶۸، ج ۳

جا سکتا ہو، یا روپیہ سے کوئی اور چیز خرید کر نفع اٹھایا جا سکتا ہو تو ایسے تبادلہ کا استعمال جائز نہیں ۔ بلکہ وہ تیل اور روپیہ خیرات کیا جائے، اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر تیل سر میں لگایا جائے یا کسی چمڑے یا لکڑی کے دروازوں وغیرہ کے ملنے کے کام میں لایا جائے تو یہ تبادلہ اور استعمال جائز ہوگا یا نہیں۔

الجواب: نہیں کیونکہ یہ انتفاع اس کے بقا کے ساتھ نہیں ہے بلکہ وہ کھپ کر فنا ہو جائے گا جواز اس وقت ہوتا ہے جبکہ بقاء عین یعنی کھال ہی سے کوئی چیز بنا کر نفع اٹھایا جائے یا کھال کے عوض کوئی ایسا سامان لیا جائے مثلاً چادر وغیرہ اور اس سامان ہی سے نفع اٹھایا جائے، تو بقا عین یعنی سامان کے باقی رہتے ہوئے اس سے نفع اٹھانا جائز ہے۔) واللہ اعلم [1]

ایک شریک کا اپنے شرکاء سے کھال خریدنا اور کھال کا اپنے مصرف میں لانا درست ہے

سوال: قربانی کی کھال اگر شریک اپنے حصہ کے علاوہ دوسرے شرکاء سے ان کے حصے خرید لے تو پھر وہ تمام چمڑا خریدنے والا شریک اپنے استعمال میں لا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب : لا سکتا ہے۔

سوال: اگر ایک شریک دوسرے شرکاء سے قربانی کی کھال خرید کر خود فروخت کر دے تو۔ (۱) کل قیمت کھال کی خیرات کرنا ہوگی (۲) یا کل قیمت اپنے مصرف میں لا سکے گا (۳) یا بقدر اس حصہ کے جو خریدا تھا اپنے مصرف میں لا سکے گا اور باقی خیرات کر دیگا۔

الجواب: ہاں یہی تیسری صورت ہے۔[2]

کچی کھال کا تبادلہ پختہ کھال سے

سوال: قربانی کے اصل چمڑے خام سے چمڑے پختہ کا تبادلہ برابر یا کچھ قیمت کا جزو خام

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۷۲، ج ۳ [2] امداد الفتاویٰ ص ۵۷۵ ج ۳

کے ہمراہ شامل کر کے لینا جائز ہے یا نہیں ،اور ایسے تبادلے کے وقت دونوں چمڑوں کی قیمت کا خیال تبادلہ کرنے والا ضرور کیا کرتا ہے۔

الجواب: جائز ہے،مگر پختہ کے ساتھ قیمت کا شامل ہونا جائز نہیں۔

سوال: اس تبادلہ پختہ چمڑے کومثل ڈول موڑی وغیرہ اپنے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں

الجواب: جائز ہے۔

سوال: اور اگر وہ کسی وقت فروخت کیا جائے تو کیا اس کی قیمت خیرات کرنا چاہئے۔

الجواب: ہاں خیرات کرنا چاہئے۔[1]

سوال: اگر قربانی کی کچی کھال کا تبادلہ پختہ کھال غیر قربانی سے جائز ہوتو پختہ چمڑا دے کر خام چمڑا قربانی والا جس شخص کے پاس تبادلہ میں پہنچے گا وہ شخص اس قربانی کے چمڑے کو فروخت کر کے دام اپنے مصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: لاسکتا ہے۔[2]

قربانی کی کھال یا گوشت وغیرہ قصائی کو اجرت میں دینا جائز نہیں

سوال: قربانی کی کھال قصاب کو اجرت میں دینا یا جانور کی قیمت میں محسوب کرنا جیسا کہ ہمارے زمانے میں اکثر لوگ کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: قربانی کا کوئی جز کھال ہو یا گوشت،اجرت میں قصاب کو دینا یا قیمت میں مجریٰ کرنا سخت ممنوع ہے۔[3]

کھال بیچ کر دوسرا جانور خرید نا اور اس کا گوشت تقسیم کرنا

سوال: جو جانور صدقہ نافلہ کی نیت سے ذبح کیا جائے اس کی کھال میں جو فقراء اور مساکین

---

[1] امداد الفتاویٰ ص۵۷۳۔ج۳ [2] امداد الفتاویٰ ص۵۷۵۔ج۳ [3] امداد الفتاویٰ ص۵۴۸۔ج۳

کا حق ہے اس طور پر تصرف کرنا کہ کھال بیچ کر کھال کے داموں سے دوسرا جانور صدقہ کی نیت سے لیا جائے اور اس کو ذبح کر کے کھال کی قیمت کے بجائے فقراء اور مساکین کو گوشت تقسیم کیا جائے درست ہے یا نہیں۔

الجواب: درست ہے۔[1]

قربانی کی کھال دے کر محرم میں گوشت لینا

سوال: یہاں چرم قربانی قصاب کو دیتے ہیں اور ان سے بعوض چرم قربانی محرم میں گوشت لیکر خود کھاتے ہیں، اور کھلاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب: جن بلاد میں چرم وزن سے فروخت ہوتا ہے وہاں تو یہ بیع ہی درست نہیں کہ مبادلہ موزون کا موزون سے نسیئاً (یعنی ادھار) ربوٰا ہے اور جن بلاد میں عددا فروخت ہوتا ہے وہاں یہ بیع تو درست ہے جب گوشت کی مقدار وصفت پورے طور سے بیان کر دی جائے، لیکن اس کے عوض میں جو گوشت آئے گا اس سب کا خیرات کرنا مساکین پر واجب ہے، اگر خود کھائے گا یا مالدار کو کھلائے گا اتنی مقدار کی قیمت کا تصدق واجب ہوگا۔
(البتہ بجائے کھال کے اگر گوشت کے عوض کوئی کھانے والی چیز لیلے تو اس کا کھانا جائز ہے)

"فی الدر المختار فان بیع اللحم او الجلد به ای بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه قلت ولاتغلط مما فی رد المحتار عن القنیة اشتری بلحمها ماکولاً فاکله لم یجب علیه التصدق استحساناً" [2]

لأنه مخصوص باللحم دون الجلد، والفرق ان اللحم ماکول دون الجلد، فأقیم ماکول مقام الماکول)

(حاصل کلام یہ ہے کہ کھال کے عوض کوئی کھانے والی چیز خریدے گا تو اس کا کھانا

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۴۰ ج ۳ [2] ردالمحتار ص ۳۲۱ ج ۵

درست نہیں صدقہ ضروری ہے اور گوشت کے عوض کوئی کھانے والی چیز خریدے گا تو درست ہے اور صدقہ ضروری نہیں۔لیکن اگر گوشت کے عوض پیسے لئے تو اس کا صدقہ ضروری ہوگا، اپنے استعمال میں اس کالانا درست نہیں۔[1]

قربانی کا گوشت کافر غیر مسلم کو دینا

سوال: قربانی کا گوشت کفار کو دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: قربانی گوخود واجب ہو مگر گوشت تقسیم کرنا واجب نہیں، پس وہ ہدیہ ہوگا یا صدقہ نافلہ اور حربی مصالح مستامن کے حکم میں ہے، لہذا اس کو دینا جائز ہے، البتہ جس قربانی کا گوشت تقسیم کرنا واجب ہو (جیسے نذر، ومنت اور وصیت کی قربانی) اس میں سے دینا جائز نہیں۔[2]

قربانی کا گوشت اگر فروخت کر دیا جائے تو کیا حکم ہے

سوال: ۱۴۱ اگر شرعی مصلحت سے قربانی کا گوشت فروخت کیا جائے تو کیا حکم ہے، صدقہ واجبہ کا یا غیر واجبہ کا اس کو مدرسین کی تنخواہ میں دے سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب: گوشت کا حکم مثل کھال کے ہے، اگر فروخت کیا جائے گا تو اسکا حکم صدقہ واجبہ کا ہے، (یعنی غریبوں اور مسکینوں کو صدقہ کرنا ضروری ہوگا) اور مدرسین کی تنخواہ چونکہ دین (قرض اور انکی محنت کا بدل) ہے اس لئے یہ رقم تنخواہ میں نہیں دی جا سکتی۔[3]

قربانی کرانے کے بعد اپنے حصہ کو فروخت کرنا

سوال: ایک عورت نے اپنے خاوند سے پوچھے بغیر قربانی میں حصہ خرید لیا اور قیمت بھی دے دی جس وقت حصہ کا گوشت آیا اس کے خاوند کو قربانی کا قصہ معلوم ہوا اس نے ناراضگی ظاہر کی اور خفا ہو کر کہا کہ اس حصہ کو فروخت کر دو اس عورت نے وہ حصہ دوسری عورت کے

---

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۶۴۔ج ۳ [2] امداد الفتاویٰ ص ۵۵۱ ج ۳ [3] امداد الفتاویٰ ص ۵۷۲ ج ۳

ہاتھ فروخت کردیا اور قیمت لے لی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس نے حصہ خریدلیا اس کو قربانی کا ثواب ہوا یا نہیں۔ پہلی عورت جس نے شروع میں حصہ خریدلیا تھا اگر وہ عورت صاحب نصاب ہوتو کیا حکم ہے اور غیر صاحب نصاب کی صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب : جس دوسری عورت نے گوشت کا حصہ خریدا ہے اس کی قربانی نہیں ہوئی، اور پہلی عورت نے جب حصہ خرید کر ذبح کرادیا تو اس کی طرف سے قربانی ہوگئی خواہ وہ مالدار ہو یا فقیر اور ہر حال میں اس کو گوشت فروخت کرنا جائز نہیں تھا اور جب گوشت فروخت کردیا تو اس کے جو دام وصول ہوئے وہ مساکین کا حق ہے اور چونکہ اس نے مساکین کو نہیں دیا اس لئے اب دینا واجب ہوگا۔[1]

نذر اور منت کی قربانی کا گوشت کھانا جائز نہیں

سوال : اضحیۃ منذورۃ (یعنی نذر والی قربانی) سے خود نذر کرنے والے کو کھانا اور مالدار کو کھلانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب : اضحیۃ منذورۃ سے نہ خود ناذر کو کھانا جائز ہے اور نہ غنی مالدار صاحب نصاب کو کھلانا جائز ہے۔[2]

فائدہ : جب زبان سے نذر کرلے اس کا کھانا تو خود جائز نہیں اور جو نذر نہ کی ہو گو مثل نذر کے اس پر واجب ہوگیا ہو اس کا کھانا جائز ہے۔[3] ص۵۶۳ ج۳)

تقسیم سے پہلے شرکاء کسی کو گوشت دے سکتے ہیں یا نہیں

سوال : گائے کی قربانی کا کلہ شرکاء آپس میں راضی ہوکر گوشت تقسیم کرنے سے قبل کسی شخص کو اللہ دے دیں تو یہ قربانی جائز ہے یا نہیں ؟

---

[1] امداد الفتاویٰ ص۵۵۴ ج۳ [2] امداد الفتاویٰ ص۵۶۳ ج۳

الجواب : اگر سب نے کسی فقیر کو دے دیا یا مالدار کو دیا لیکن شرکاء میں سے کسی نے قربانی کی نذر نہ کی تھی تو جائز ہے، کیونکہ تقسیم واجب نہیں کہ ترک واجب سے کوئی محذور لازم آئے اور اگر اس میں کوئی ناذر تھا (یعنی جس کی قربانی نذر اور منت کی بنا پر تھی) اور مالدار کو دیا تو جائز نہیں، کیونکہ (اس صورت میں) تقسیم کر کے ناذر کا حصہ فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے، پس قربانی تو جائز ہوجائے گی لیکن ناذر پر اپنے حصے کی قیمت منجملہ کلہ کے صدقہ کرنا واجب ہے ۔[1]

[1] درمختار طحطاوی، امداد الفتاویٰ ص ۵۴۹ ۔ ج ۳

فصل ۳ : ذبح سے متعلق کچھ مسائل

ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا بھول گیا تو ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں

سوال :ایک شخص قربانی کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا بھول گیا جب وہ گلے پر چھری چلا چکا اور چھری بکرے کی گردن میں رکھی ہوئی ہے پھر یاد آئی تو اس نے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ دیا اور وہ غریب مسلمان نمازی تھا اب اس کی قربانی ہوئی یا نہیں ؟

الجواب: متروک التسمیة ناسیاً (یعنی جس جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تب بھی وہ جانور) حلال ہے لہٰذا ذبیحہ بھی حلال ہے اور قربانی بھی درست ہے۔[1]

جو بھی ذبح کرنے یعنی چھری چلانے میں شریک ہو اس کا بسم اللہ پڑھنا واجب ہے ورنہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا

سوال: ذبح میں بسم اللہ اللہ اکبر معین (مددگار) کو بھی چاہئے اگر نہ کہے تو کیسا ہے ؟

الجواب:تسمیہ (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر کہنا) ذبح کرنے والے کے واسطے ہے۔

سوال : مالا بدمن میں لکھا ہے کہ ذابح کے معین (مددگار) پر تسمیہ واجب ہے، اگر معین نے تسمیہ نہ کیا تو اس کا کھانا حرام ہوجائے گا، کیا یہ سچ ہے ؟

الجواب :مطلق معین (مددگار) پر تسمیہ (بسم اللہ اللہ اکبر) کہنا واجب نہیں بلکہ خاص اس معین پر واجب ہے، جو کہ ذابح ہونے میں شریک ہو، مثلاً چھری کو دونوں پکڑ کر چلاتے ہوں (بالفاظ دیگر) ذابح پر معین پر تسمیہ واجب نہیں شریک پر واجب ہے۔[2]

---

[1] امدادالفتاویٰ ص ۵۵۸ ج ۳ [2] امدادالفتاویٰ ص ۵۴۷ ۔ ج ۳

ذبح کے وقت جانور قبلہ رخ ہونا چاہئے

یا ذبح کرنے والا یا دونوں

سوال : ذبح میں ذبیحہ (جانور) کا منہ قبلہ کی طرف ہونا شرعاً ضروری ہے یا ذبح کرنے والے کا منہ، یا دونوں کا، اگر کوئی شخص جانور کا منہ قبلے کی طرف یعنی پچھّم کی طرف سردم پورب کی طرف کرکے لٹادے اور خود دکھن کی طرف کھڑا ہوکر ذبح کرے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب : ظاہراً فقہا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ذابح (یعنی ذبح کرنے والے شخص) کا منھ قبلے کی طرف ہونا سنت ہے اور سنت بھی مؤکدہ اس کا ترک بلا عذر مکروہ ہے (کذا فی الدر المختار ورد المحتار) باقی ذبیحہ کے متعلق کہیں نظر سے صریحاً نہیں گزرا[1]

جانور کی گردن پر قدم رکھ کر ذبح کرنا

سوال : قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت گردن پر قدم رکھ کر ذبح کرنا کوئی سنت کہتا ہے کوئی مستحب کوئی مکروہ، کوئی حرام کہتا ہے، اب بندہ کی عرض یہ ہے کہ ان اقوال میں کون سا قول حق قابل قبول ہے؟

الجواب : مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو دنبوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا، آپ ﷺ اپنے قدم مبارک اس کے صفح یعنی پہلو یا چہرہ پر رکھے ہوئے تھے اور بسم اللہ واللہ اکبر فرمار ہے تھے۔ (بخاری و مسلم) یہ تو دلیل نقلی ہوئی، اور عقلی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اسطرح کرنے سے ذبح میں آسانی ہوتی ہے، اس لئے ایسا کرنا مستحب ہے۔ واللہ اعلم (ترجمہ از عربی ملخصاً)[2]

---

[1] امداد الفتاویٰ ص۔۵۵۹ ج ۳ [2] امداد الفتاویٰ ۳۰۷ ج ۵

عورت اور نابالغ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں

سوال: عورت کا اور نابالغ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: عورت کا ذبیحہ اور نابالغ بشرطیکہ ذبح کرسکتا ہو اور بسم اللہ کہے جائز ہے۔[1]

ذبح سے پہلے چھری خوب تیز کرلو

اگر جانور ذبح کرنا ہو تو چھری خوب تیز کرو، اس کو ترسا کر مت مارو، گلا گھونٹنے میں جانور کو کس درجہ تکلیف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام فرمایا ہے۔[2]

---

[1] امداد الفتاویٰ ص۔۵۴۸ ج ۳ [2] تعلیم القرآن ص ۸۳

فصل : ۴

نذر منت کی قربانی اور اس کا حکم

مسئلہ: کسی نے کہا اگر میرا بھائی اچھا ہو جائے تو ایک بکری ذبح کروں گا یا یوں کہا کہ ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گا تو منت ہوگئی۔

اگر یوں کہا کہ قربانی کروں گا تو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا چاہئے اور دونوں صورتوں میں اس کا گوشت فقیروں کے سوا اور کسی کو دینا اور خود کھانا درست نہیں، جتنا خود کھا وے یا امیروں کو دے دے اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: ایک گائے قربانی کرنے کی منت مانی پھر گائے نہیں ملی تو سات بکریاں کر دے۔[۱]

نذر کے معتبر اور صحیح ہونے کا شرعی ضابطہ

مشہور روایات میں یہ ہے کہ نذر اس طاعت کی ہوتی ہے جس کی جنس سے کوئی فرض ہو، لیکن علامہ شامیؒ نے معتبرات فقہ سے اس کو ترجیح دی ہے کہ (جس چیز کی نذر کی ہے اس کی جنس سے) خواہ فرض ہو یا واجب (تو نذر درست ہوگی مثلاً) قربانی کے افراد میں سے واجب پایا جاتا ہے لہذا یہ نذر منعقد ہوگی۔[۲]

نذر کے صیغے

نذر یمین کے حکم میں ہے، **والایمان مبنیة علی العرف کما فی الدر المختار** (یعنی یمین کے معتبر ہونے کا مدار عرف پر ہے)اس بنا پر جو صیغے عرفاً نذر کے سمجھے جاتے ہیں ان سے نذر منعقد ہوگی ، اور جو صیغے عرفاً اس میں مستعمل نہیں ہیں ان سے نذر نہ ہوگی۔

---

[۱] بہشتی زیور ص ۱۶۸ ج ۳ [۲] (شامی قبل باب الیمین فی الدخول) امداد الفتاوی ص ۵۷۸ ج ۲ سوال ۶۹۳

(مثلا) یہ صیغہ کہ "ہمارا ارادہ ہے کہ ایک بکرا ذبح کرادیں اور صدقہ کردیں شاید اس سے ہمارا لڑکا اچھا ہو جائے" (یہ صیغہ) نذر نہیں ہے، اور مثلاً یہ صیغہ کہ "ہم ہر مہینے دو چار مسکین کھلا دیا کریں گے" نذر ہے۔[1]

قربانی کی نذر اور جانور ذبح کرنے کی نذر میں فرق اور اس کا حکم

سوال: ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ یا اللہ بکری کا بچہ اچھا ہو جائے تو اسی بچہ کی قربانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کرونگا، ابھی بکری کا بچہ کم عمر ہے ایک برس کا نہیں ہوا، اگر قربانی نہ کریں تو کیا گناہ ہوگا؟ یا بکری کا بچہ ذبح کر کے خیرات کر دینا کہ یا اللہ اس کا ثواب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچے کافی ہوگا؟

جواب: نذر کرنے والا اپنی نیت کو دیکھے کہ قربانی سے مراد مطلق ذبح لیا تھا یا اصطلاحی قربانی، اول صورت میں (یعنی جب مطلق ذبح کرنے کی نذر ہو) تو سال پورا ہونے کا انتظار نہ کرے۔ اور دوسری صورت میں جب وہ برس کا (یعنی پورے ایک سال کا) ہو جائے اور ایام اضحیہ بھی آجائیں تو اس وقت ذبح کرے۔[2]

الغرض قربانی سے مراد اگر مطلق ذبح ہے تو کسی زمان کی قید نہ ہوگی (جب چاہے ذبح کر دے) اور اگر تضحیہ مراد ہے تو ایام نحر (قربانی کے دنوں) کی قید ہوگی۔

اور نیز ذبح مراد لینے میں یہ بھی اختیار ہے کہ خواہ ذبح کر کے صدقہ کرے، یا بکری کی قیمت صدقہ کر دے، اور بیچ ڈالنے کے بعد بھی دونوں اختیار ہیں خواہ دوسری بکری خرید کر ذبح وصدقہ کرے خواہ وہ قیمت صدقہ کر دے۔

اور اگر تضحیہ مراد لیا ہے اور پھر بیچ ڈالا تو اگر کسی خاص سال کی قید لگائی تھی تو اس کی قیمت کا صدقہ کر دے، اور اگر کسی سال کی قید نہ لگائی تھی تو ایام النحر میں اس قیمت کی بکری خرید کر قربانی کر دے۔[3]

---

[1] امداد الفتاوی ص ۵۷۲ ج ۲ سوال ۶۸۴ [2] امداد الفتاوی ص ۵۷۸ جلد ۲ سوال ۶۹۳ [3] امداد الفتاوی ص ۵۷۹ ج ۲

(خلاصہ یہ کہ) نذر کرنے والے نے قربانی سے مراد صرف ذبح لیا ہے یا بقرعید کے زمانہ میں قربانی اگر اول مراد لیا ہے تو جب چاہے نذر ادا کردے، اور اگر ثانی مراد ہے تو خاص ایام نحر (قربانی کے دنوں) میں ادا کرنا ہوگا۔[1]

اولیاء اللہ اور بزرگوں کے نام کی نذر کئے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم

سوال: اولیاء اللہ کا نذر کیا گیا بکرا، مرغا، گائے وغیرہ بسم اللہ اللہ اکبر'' کہہ کر ذبح کرنے سے حلال ہے یا نہیں؟

جواب: بزرگوں کی نذر و نیاز کا جانور اگر اس واسطے ذبح کیا جائے کہ وہ بزرگ ہم سے خوش ہوں اور ہمارا کام کردیں اور ان کو متصرف فی التکوین سمجھے، اور ان سے تقرب کے لئے ذبح کرے اور ذبح سے وہی مقصود ہوں چنانچہ اس زمانہ میں اکثر جاہلوں کا یہی عقیدہ ہوتا ہے تو یہ عقیدہ رکھنے والا مشرک اور ذبیحہ بالکل حرام ہے اگر چہ وقت ذبح اللہ کا نام لیا جائے، اور اگر اللہ کے واسطے وہ جانور ذبح کیا اور اللہ کے واسطے دے کر اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخش دیا یہ جائز اور حلال ہے۔[2]

سوال: یہاں ایک مزار پر یہ رسم ہے کہ لوگ اس پر منت مانتے ہیں کہ ہمارا یہ کام پورا ہو جائے گا تو ہم ان بزرگوں کی مرغ کا قورمہ پر فاتحہ کریں گے چنانچہ کام پورا ہونے پر مزار کے احاطہ میں کسی قیام پر وہ مرغ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا قورمہ اور روٹی پکا کر مجاور کے پاس لائی جاتی ہے جس میں سے بعد فاتحہ کے کچھ وہ لے لیتا ہے اور کچھ لانے والے کو بطور تبرک واپس کر دیتا ہے آیا وہ قورمہ روٹی وغیرہ مقتدا کے لئے کھانا حلال ہے یا نہیں؟

---

[1] امداد الفتاوی ص ۵۷۱ ج ۲ [2] امداد الفتاوی ص ۵۷۳ ج ۲

الجواب ا: اگراس نذر سے یا بغیر نذر کے اس ذبح سے نیت تقرب لغیر اللہ کی ہوتو ذبیحہ حرام رہے گا اگر چہ اس کے ذبح کے وقت اللہ تعالی کا نام لیا گیا ہو" **وقد حرم الله تعالی فی المائدہ ، مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ بعد ذکر تحریم مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ؛**

۲: صاحب در مختار اپنے زمانہ کے اکثر عوام کی نذر للاموات فساد عقیدہ پر مبنی سمجھتے ہیں اور اکثر لوگوں کو اس میں مبتلا فرماتے ہیں اور جہل کا روز افزوں ہونا ظاہر ہے تو ہمارے زمانہ میں تو بدرجہ اولی اسی حالت کا ظن غالب ہے

۳: اگر نذر لِلّٰه ہواور بزرگ کا ذکر بیان مصرف کے لئے ہو وہ جائز ہے۔

۴: جو شئی منذور فقراء پر صرف نہیں کی جاتی اس کی نذر بالکل باطل اور ناجائز ہے جیسے چراغ جلانا غلاف چڑھانا۔

۴: اس نذر سے یہ تخصیص لازم نہیں ہو جاتی (کہ اسی مقام کے فقراء پر صرف کرے) بلکہ دوسرے مقام کے فقراء پر صرف کر دینا بھی جائز ہے۔[1]

---

[1] امدادالفتاوی ص ۵۷۵ ج ۲ سوال ۶۸۸

فصل ۵

قربانی وعقیقہ کے علاوہ اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے جانور ذبح کرنا

سوال ۶۲۰: جیسا کہ نفل نماز اور روزہ جب چاہے ادا کرے ثواب ہوتا ہے، اسی طرح اگر ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں بارہویں تاریخ کے علاوہ اور تاریخوں میں یا دوسرے مہینوں میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے اللہ تعالی کے نام پر بغیر وجوب کے بکرا ذبح کرے تو ثواب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب: (احادیث وروایات نقل کرنے کے بعد) ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ بجز دماء منقولہ کے کہ ان میں سے عقیقہ بھی ہے دوسرے دماء سے تقرّب غیر مشروع ہے نیز ان میں تشبہ بھی ہے مشرکین کے ساتھ کہ وہ تقرّب کے لئے ایسا کرتے ہیں نیز ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اراقة دم قربة غیر معقولة یعنی خلاف قیاس ہے، پس خاص ہوگی وارد کے ساتھ اور صورت مسئولہ عنہا وارد نہیں لہذا بدعت ہے۔[1]

نذر یا شکر کے طور پر یا غریبوں، مسکینوں کو کھلانے یا مریض کے شفایاب ہونے کی غرض سے جانور ذبح کرنے کا حکم

سوال ۶۳۹: زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام پورا ہو گیا اور مجھے اس میں کامیابی ہوگئی تو میں اللہ کے نام پر ایک بکرا یا گائے ذبح کروں گا، یا نذر تو نہیں مانی مگر یوں ہی کسی مطلب بر اری کے شکریہ میں کوئی جانور ذبح کر کے اس کا گوشت مساکین اور غرباء کو تقسیم

[1] امداد الفتاویٰ ص ۵۵۹ ج ۳

کر دیا تو آیا اس کی یہ نذر یا اس کا یہ فعل جائز بھی ہے یا نہیں ؟

الجواب: اگر اس طرح نذر کی کہ میں ذبح کر کے مساکین کو کھلاؤں گا یا دے دوں گا تب تو یہ نذر بالاتفاق منعقد ہو جائے گی، اور اگر مساکین کو کھلانے یا دینے کا ذکر نہیں کیا صرف اتنا ہی کہا کہ ذبح کروں گا تو اسکی نذر کی صحت میں اختلاف ہے مگر علامہ شامیؒ نے ترجیح صحت کو دی ہے۔[1]

یہ کلام تو نذر میں تھا اور اگر بلا نذر بطور شکر کے ذبح کرے اس میں دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ خود ذبح مقصود نہیں بلکہ مقصود اعطا یا اطعام مساکین (یعنی غریبوں کو دینا اور مسکینوں کو کھلانا مقصود ہے) اور ذبح محض اس کا ذریعہ ہے سہولت کے لئے، اور علامت اس تصدق کے مقصود ہونے اور ذبح کے مقصود نہ ہونے کی یہ ہے کہ اگر اتنا ہی اور ویسا ہی گوشت کسی دوکان سے مل جائے تو انشراح خاطر سے اس پر اکتفا کر کے ذبح کا اہتمام نہ کرے، تب تو یہ ذبح جائز ہے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ خود ذبح ہی مقصود ہو اور ذبح ہی کو مخصوصہ طریقہ شکر وقربت سمجھے سو قواعد سے یہ درست معلوم نہیں ہوتا" **لما ان الإراقة فی غیر محال واردة لم یعرف قربة وھذا لم یرد فیه نقل**"۔[2]

دفع وبا کے لئے یا مریض کی طرف سے جانور ذبح کرنے کا حکم

اسی طرح خصوصیت کے ساتھ اکثر عوام بلکہ ممتاز لوگوں میں یہ رسم ہے کہ مریض کی طرف سے جانور ذبح کرتے ہیں یا وبا وغیرہ کی دفع کے لئے ایسا ہی کرتے ہیں، سو چونکہ قرائن قویہ سے ان مواقع پر بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود ذبح ہی مقصود ہے اور اسی کو مؤثر فی دفع البلاء خصوصاً مرض کی حالت میں اس ذبیحہ کو من حیث الذبح فدیہ سمجھتے ہیں سو اس کا حکم بھی قواعد سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے **لما مر من قوله ان الاراقة فی غیر محال واردة الخ ولایقاس علی العقیقة لانه غیر معقول فلایتعدی** بلکہ اعتقاد موثریت یا

---

[1] امداد الفتاویٰ ص۔۵۶۹ ج۳ [2] امداد الفتاویٰ ص۔۵۷۰ ج۳، تفصیلی دلائل اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

فدائیت کی حالت میں تو نذر بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی لأنه اعتقاد من غير دليل فيكون العمل معه بدعة وبالبدعة لاينعقد النذر البتہ اگر یہاں بھی ذبح مقصود نہ ہو محض اعطا اور اطعام مقصود ہو جس کی علامت اوپر مذکور ہو چکی تب جائز ہے، ولكنه بعيد من حال عوام الناس فالحوط منعهم مطلقاً من مثل هذا اسی طرح اگر تتبع سے کسی موقع پر متکلم فیہا سے کسی روایت کا ورود ثابت ہو جاوے وہاں اس نص کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر کے جواز کا حکم کر دیں گے بشرط سلامت اعتقاد ومن الموثرات وغيرها كما نقل في التفسير المظهري عن عمر انه ذبح ناقة غالية الثمن لما ختم البقرة شكرا لله تعالىٰ ، فلو ثبت بدليل صريح صحيح ان مقصوده كان الشكر بخصوص طريق الذبح فيحكم على مثله بالجوازايضاً لكن محض الاحتمال لايكفى لصحة الحكم بالجواز لان الاصل وهو كون الاراقة غير معقول لايعدل عنه لمحض الاحتمال بل الغالب بشهادة الذوق من مثل عمر ان مقصوده كان الاطعام وكان تخصيص الذبيحة لطيب لحمها وغلاء ثمنها هذا ما عندى فى هذا الباب والله اعلم بما عنده من الصواب ، كتبه اشرف على ۲۱ / شوال ۱۳۳۳ھ[۱]

بیماری سے شفایابی کے لئے بکرا وغیرہ ذبح کرنا

سوال: زید سخت بیمار ہوا اس وقت اس کی خویش اور اقارب نے ایک بکرا لا کر زید کی جانب سے ذبح کر کے اس کا گوشت للہ فقراء کو تصدق کر دیا اور یہ عام رواج ہو گیا ہے اور اس طریقہ کو دم نام رکھا ہے آیا یہ طریقہ شرعاً کیسا ہے اور اس کا ثبوت کہیں ہے یا نہیں؟

الجواب: چونکہ مقصود فدا (یعنی فدیہ اور بدل) ہوتا ہے اور ذبح کی یہ غرض صرف عقیقہ میں ثابت ہے اور جگہ نہیں اس لئے یہ طریقہ بدعت ہے۔[۲]

---

[۱] امداد الفتاوی ص ۔۵۷۱ ج ۳ [۲] امداد الفتاویٰ ۳۰۷ ج ۵

فصل ۶: عقیقہ سے متعلق ضروری احکام

مسئلہ :-جس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اسکا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے، عقیقہ کر دینے سے بچہ کی سب الا بلا دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

مسئلہ :-عقیقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکری یا دو بھیڑ اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کر دے یا قربانی کی گائے میں لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ لے لیوے اور سر کے بال منڈوا دیوے اور بال کے برابر چاندی یا سونا خیرات کر دے اور بچہ کے سر میں اگر دل چاہے تو زعفران لگا دیوے۔

مسئلہ :-اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے ساتویں دن ہونے کا خیال کرنا بہتر ہے، اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کرے چاہے جب کرے وہ حساب سے ساتواں دن پڑے گا۔

مسئلہ : یہ جو دستور ہے کہ جسوقت بچہ کے سر پر استرا رکھا جاوے اور نائی سر مونڈنا شروع کرے فوراً اسی وقت بکری ذبح ہو، یہ محض مہمل رسم ہے شریعت سے سب جائز ہے چاہے سر مونڈنے کے بعد ذبح کرے یا ذبح کر لے تب سر مونڈے بے وجہ ایسی باتیں تراش لینا برا ہے

مسئلہ : جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔

مسئلہ : عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے چاہے پکا کر کے بانٹے چاہے دعوت کر کے کھلا دے سب درست ہے۔

مسئلہ :کسی کو زیادہ توفیق نہیں اسلئے اس نے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکری کا عقیقہ کیا تو اس کا بھی کچھ حرج نہیں ہے اور اگر بالکل عقیقہ ہی نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: عقیقہ کا گوشت باپ، دادا، نانا، نانی وغیرہ سب کو کھانا درست ہے۔ [۱]

---

[۱] بہشتی زیور ج ۳ ص ۱۶۳

تنبیہ:- بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ، نانا، دادا، دادی کو کھانا درست نہیں سواس کی کچھ اصل نہیں۔ اس کا حکم قربانی کا سا ہے۔[1]

عقیقہ کی کھال کا حکم

سوال :- عقیقہ کی کھال کی قیمت کا مصرف کیا ہے اور وہ کھال یا پوست قربانی بعینہ مالدار یا بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:- بعینہ مالدار و بنی ہاشم کو دینا درست ہے۔

سوال :- عقیقہ کی کھال سے بھی مثل قربانی کے عقیقہ کرنے والا خود منتفع ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز بنوا کر اپنے کام میں لاوے یا نہیں؟ اور فروخت کرنے کے بعد قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب:- اضحیہ (قربانی) میں جو شرائط واجب ہیں عقیقہ میں محض مستحب ہیں، اس لئے قیمت کا صدقہ کرنا بھی مستحب ہوگا، اور انتفاع بالجلد یعنی کھال سے نفع اٹھانے) کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔[2]

مسئلہ:- عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑنا درست ہے۔

مسئلہ:- اوجھڑی کا کوئی مصرف نہیں جسکو چاہے دے جیسا قربانی میں اختیار ہے۔

مسئلہ:- پوری گائے یا اونٹ کا عقیقہ بھی بلا کراہت جائز ہے۔[3]

---

[1] اغلاط العوام ص ۵۰۵ ملحقہ اصلاحی نصاب [2] امداد الفتاوی ج ۳ ص ۶۱۹

[3] امداد الفتاویٰ ص ۶۲۹، ۶۲۱ ج ۳